

وَالْقَبْرِ وَالْهَرَمِ وَالْمِنَارِ وَالْمَسْجِدِ وَالْمَذْبَحِ وَالْمَنَارِ وَالْمَسْجِدِ وَالْمَذْبَحِ
 حُرِّمَتْ لَهُمْ اَهْلُ سُنَّتِ كَارِخَانِ

نظام خلافت اشد کا داعی



ماہنامہ

حق حاکم پر اللہ

جلد 32 شماره 3 - رجب المرجب 1440ھ، مارچ 2019ء

- حق حاکم پر
- حق حاکم پر
- حق حاکم پر
- حق حاکم پر
- حق حاکم پر
- حق حاکم پر
- حق حاکم پر
- حق حاکم پر
- حق حاکم پر
- حق حاکم پر
- حق حاکم پر
- حق حاکم پر

بانی و ناشر: قائد اہل سنت
 فاضل مظاہر حسین
 امیر تحریک خدام اہل سنت پاکستان

چاپ و نکل: دارالافتاء
 فاضل مظاہر حسین
 تحریک خدام اہل سنت پاکستان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لا اِلهَ اِلاّهُ

بفیضان

قاری محمد ظہیر حسین

جہان سومر ضلع
جامعہ مظہر چسینہ میڈو محمد خان سندھ

حبيب الرحمن

حکمت و تکمیل صحیح بخاری شریف
بسطاق 6: 2019
اپریل بروز ہفتہ
بعد از نماز مغرب

قاری محمد ظہیر حسین
جامعہ عربیہ اسلامیہ لاہور

قاری محمد ظہیر حسین
امیر تحریک عدم اہلسنت والجماعت پاکستان

قاری ابو بکر صدیق

قائم گجر

عبد الجبار

راشد حسین

0300
3532611

انتظامیہ جہان سومر ضلع میڈو محمد خان سندھ

محترم جناب قاری انور حسین انور
0345-9733358

صلی اللہ علیہ وسلم لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

یا اللہ ملک

محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب

عراق

ابوبکر

ماہنامہ
تحریر
لاہور

عراق

عراق

جلد 32 شماره 3 - رجب المرجب 1440ھ، مارچ 2019

ماہنامہ
تحریر
لاہور

ماہنامہ
تحریر
لاہور

« بدل اشتراک »

نائب مدیر

مدیر مسئول

ماہنامہ منظور حسین صاحب

اندرون ملک: ہر کپی 35 روپے سالانہ 350 روپے
بیرون ملک: ہر کپی 85 روپے سالانہ 850 روپے

ماہنامہ محمد مسعود صاحب

0333-5783036

0322-4135093
0302-4166462
042-37427872

دفتر ماہنامہ قیام چار دیواری متصل جامع مسجد میاں برکت علی
مدینہ بازار، ڈیلدار روڈ، چیمبرہ لاہور

رابطہ

پبلشر: حافظ محمد مسعود نے افضل شریف پرغز سے چھپوا کر ڈیلدار روڈ، چیمبرہ لاہور سے شائع کیا۔

فہرست مضامین

- 4 _____ سیدوں کی عہد شکنی اور محمد بن سلمان کی آمد
میر تقی میر
- 7 _____ صحابہ کرام کی حج کی آرائشی وادی کی سنت
قائد اہل سنت مولانا: مفتی مقیم حسین صاحب دہلی
- 19 _____ ارشادات و حکایات
شیخ ابوسلمہ حضرت مولانا: سید حسین احمد مدنی دہلی
- 21 _____ تعصبات کے اندھیروں میں حقیقت کے چراغ
مولانا: حافظ عبد الجبار دہلی
- 31 _____ مکیا تیب قائد اہل سنت
ترتیب و اداء مولانا: حافظ عبد الجبار دہلی
- 35 _____ صحابہ کرام کی حج اور عہد دیوبند کا موقف
حضرت مولانا: مفتی ابوالقاسم نعمانی زیر محمد
- 45 _____ ام المومنین سیدتنا حضرت خدیجہ برحقہ
حضرت مولانا: مفتی ابوجعلل قاسمی صاحب
- 49 _____ رپورٹ

سعودی ولی عہد شہزادہ محمد بن سلمان کی آمد

حضرت مولانا قاضی محمد ظہور الحسنین اظہر مدظلہ ☆

شہزادہ محمد بن سلمان، خادم الحرمين سلمان بن عبدالعزيز کی قیادت میں آگے بڑھ رہا ہے۔ مورخہ ۱۸ فروری دارالحکومت اسلام آباد میں وزیراعظم عمران خان کی جانب سے سعودی عرب میں مقیم پاکستانیوں کو درپیش بعض مسائل کے حل کی درخواست پر ولی عہد شہزادہ محمد بن سلمان نے کہا: ”مجھے سعودی عرب میں آپ پاکستان کا سفیر سمجھیں“ جو پاکستان سے ان کی محبت اور قربت کا بھرپور اظہار ہے۔ اور ولی عہد کے منصب پر فائز ہونے کے بعد ان کی جانب سے اپنے پہلے باضابطہ غیر ملکی دورے کے لیے پاکستان کا انتخاب بھی اسی حقیقت کا عکاس ہے۔ اور پاکستان نے بھی ان کے فقید المثال استقبال کی شکل میں برادر اسلامی ملک کے ساتھ پاکستانیوں کی محبت و اخوت کا ناقابل فراموش مظاہرہ یکساں جذبات کی ترجمانی کرتا ہے۔ ولی عہد محمد بن سلمان نے سعودی حکومت کی طرف سے پاکستان میں بیس (۲۰) ارب ڈالر کی سرمایہ کاری کو پہلی قسط قرار دیتے ہوئے مزید سرمایہ کاری کا ارادہ بھی ظاہر کیا۔ اور ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ ہم نہ صرف باہمی ترقی اور استحکام کے لیے کام کریں گے۔ بلکہ پاکستان اور سعودی عرب مل کر خطے کی ترقی میں بھی اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ اور خصوصاً یہ امر بھی باعث اطمینان ہے کہ ہمارا مہمایہ عوامی جمہوریہ چین بھی اقتصادی راہداری میں بھی سعودی عرب کی شمولیت پر پوری کشادہ دلی سے تیار ہے جس کا اظہار بھی چین کے چاؤ لی جیان نے گزشتہ روز جیو نیوز سے بات چیت میں کیا ہے۔ اس طرح گوادر میں سعودی عرب کی جانب سے ایشیا کی سب سے بڑی آنکھ ریٹائزنگ کے قیام کی راہ ہموار ہو گئی ہے۔ یوں پاکستان کے لیے موجودہ معاشی مشکلات سے نجات پانے کے امکانات پوری طرح روشن ہو گئے ہیں لیکن ان امکانات سے مکمل استفادہ کے لیے ضروری ہے کہ ملک کے اندر بھی قومی اتحاد و یکجہتی کو فروغ دینے کے لیے حکومت فراخ دلی اور ہوشمندی کا مظاہرہ کرے، چنانچہ آصف علی زرداری اور میاں شہباز شریف نے سعودی عرب کے ولی عہد کا کھلے دل سے خیر مقدم کیا ہے۔ سعودی ولی عہد محمد بن سلمان صرف

حکومت کے نہیں۔ پوری قوم کے مہمان تھے۔ حکومت نے بعض وجوہات کی بنا پر دورہ کو صرف حکومتی سطح تک محدود کر کے نا تجربہ کاری اور کشمکش کا ثبوت فراہم کیا ہے۔ وزیراعظم عمران خان کو چاہیے تھا کہ پارلیمنٹ کا مشترکہ اجلاس بلا کر محمد بن سلمان سے خطاب کرواتے تاکہ حکومت اور اپوزیشن اپنے معزز مہمان کو دل کی گہرائیوں سے خراج تحسین پیش کرتے۔

حرم پاک بھی اللہ بھی قرآن بھی ایک
کیا بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

مرزائی ڈاکٹر سے ہمدردی کا المیہ

چکوال سے شائع ہونے والے ڈیلی چکوال نامہ مورخہ ۵ فروری میں ابوسقراط کی رپورٹ نظر سے گزری کہ ۳ فروری چکوال پریس کلب میں خواجہ بابر سلیم کی دعوت پر ڈپٹی گورنر اسٹیٹ بینک آف پاکستان راجہ محمد اشرف جنجوعہ، جو آج کل اپنی فیملی کے ساتھ بوسٹن امریکہ میں مقیم ہیں اور چینیوں میں پاکستان آئے اور ان کے فیملی کے کافی لوگ یہاں ملک میں موجود ہیں گفتگو کرتے ہوئے انکشاف کیا کہ سوئس بینکوں میں پوری دنیا کے ڈاکوؤں، ٹھگوں کے علاوہ پاکستان کے سیاست دانوں اور افسر شاہی کے اربوں ڈالرز جمع ہیں اور وزیراعظم عمران خان جو یہ ڈالرز واپس لانے کی باتیں کر رہے ہیں وہ سونز لینڈ کے قوانین سے متصادم ہیں اور اس رقم کو واپس پاکستان میں لانا تقریباً ناممکن ہے۔ سابق گورنر اشرف جنجوعہ نے اعداد و شمار کے حوالے سے ایک موقع پر بتایا کہ اس وقت پوری دنیا میں یہودیوں کی تعداد ایک کروڑ چالیس لاکھ ہے جرمنی نے دوسری عالمی جنگ میں ان کا خون خرابہ کیا تھا اور عام تاثر تھا کہ یہودی ختم ہو گئے ہیں۔ مگر یہودیوں نے اسرائیل ملک جس کی آبادی صرف ۷۰ لاکھ ہے اور اس میں ۲۵ لاکھ عرب ہیں۔ انہوں نے اسرائیل کی شکل میں زیر زمین پر ایک جنت قائم کر رکھی ہے..... انہوں نے بتایا کہ ہمارے ایک مسلمان نے نوٹل پرائز حاصل کیا۔ جبکہ ۷۰ یہودی ابھی تک نوٹل پرائز لے چکے ہیں اور ہم نے اپنے اکلوتے سائنسدان پر کفر کے فتوے لگا کر اس کا دائرہ اسلام سے ہی خارج کر دیا۔ الخ

تبصرہ: محترم قارئین! ہمارے چکوال کے لوکل نیوز پیپر ز اپنی بہتات اشتہارات کی بھرمار، سطحی رپورٹنگ اور مختلف سیاسی طبقات کی نمائندگی جیسی صفات کے باوصف اپنی اہمیت کھو چکے ہیں۔ چنانچہ سرسری نظر ہی کافی سمجھی جاتی ہے البتہ چکوال نامہ کی مذکورہ بالا رپورٹ نے تشویش میں مبتلا کر دیا ہے۔ حالانکہ اس کے ایڈیٹر ہمارے دیرینہ دوست خواجہ بابر سلیم پرانے صحافی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ وہی

ابوسقراط کے نام سے اپنے اخبار کے لیے رپورٹنگ بھی کرتے ہیں دو نکات خاص طور پر باعث تشویش ہیں:

۱۔ یہودیوں کے اسرائیل کو زیر زمین جنت قرار دینا۔

۲۔ قادیانی ڈاکٹر عبدالسلام کے ساتھ اظہار ہمدردی کہ اکلوتے نویں پرائز سائنس دان پر کفر کے فتوے لگا کر دائرہ اسلام سے خارج قرار دے دیا گیا۔

تعجب ہے کہ خواجہ باہر سلیم راجہ اشرف جنجوعہ کو دہن چوراسی ایوارڈ سے نواز رہے ہیں اور وہ اسرائیل کو زیر زمین جنت قرار دیتے ہوئے قادیانی ڈاکٹر کی ہمدردی میں اپنے ایمان کو خطرہ میں ڈال رہے ہیں۔

کاش ہم ان نکات کو راجہ صاحب کی ناکھی یا عدم توجہ پر محمول کر لیں لیکن ابوسقراط خواجہ باہر سلیم کی بابت کیا نکتہ نظر قائم کریں جو ایسی بوگس غیر ضروری اور انتہائی نازک گفتگو کو خوشی خوشی رپورٹ کرتے ہوئے اپنے اخبار کی ذہانت بنا رہے ہیں.....؟

واقعہ یہ ہے کہ اسرائیل یہودیوں کی ناجائز آماجگاہ ہے۔ غاصبانہ قبضہ سے حاصل شدہ زمین یقیناً کسی مذہب کے ہاں بھی قابل قبول تصور نہ ہوگی چہ جائیکہ کہ قرآن کی رو سے ایک جہنمی طبقہ اسے زیر زمین جنت قرار دے۔

کیا راجہ صاحب اور ابوسقراط اتنی سی دانش کی گنجائش بھی نہیں رکھتے؟ نیز یہ حماقت بار بار دہرائی جا رہی ہے کہ مسلمانوں نے مرزائیوں کو دائرہ اسلام سے خارج کیا۔ جبکہ حقیقت حال یہ ہے کہ مرزائی اپنے غلط نظریہ کے بسبب خود بخود دائرہ اسلام سے خارج ہو گئے اور اپنے لیے سرور کائنات خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی غلامی کے بجائے مرزا غلام احمد قادیانی کی ہمنوائی پسند کی۔ خیر سے جو استغناء کے وقت گڑ اور گڑ کی جگہ ڈھیلا استعمال کر لیا کرتے تھے۔ مرزائیوں کے اس انتخاب پر ہم سوا اس کے کیا کہہ سکتے ہیں.....؟

پسند اپنی اپنی نصیب اپنا اپنا

ہمیں تعجب تو راجہ اشرف صاحب اور ابوسقراط صاحب کی فراست پر ہے جو قادیانی ڈاکٹر سے اظہار ہمدردی کرتے کرتے سامنے کی حقیقت کو نظر انداز کر چکے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے پیروکار قرآن و سنت اور آئین پاکستان کی رو سے دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور اس ناحق راستے کا انتخاب انہوں نے خود کیا ہے مسلمانوں کا اس میں کوئی دوش نہیں۔

۔ شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قرآنی و ایمانی صفات

قائد اہل سنت وکیل صحابہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ العالی

ضبط و ترتیب ماسٹر منظور حسین

خطاب جمعہ مدنی مسجد پچوال ۱۵ اکتوبر ۱۹۷۶ء ۲۰ شوال ۱۳۹۶ھ

اعوذ باللہ من الشطن الرجیم ○ بسم اللہ الرحمن الرحیم ○
وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ
كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ
وَلَيُعْزِزَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِهِمْ آمَنًا يَبْعُدُونَ بِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ
بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ○

ترجمہ ”وعدہ فرمایا ہے اللہ نے اُن لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں تم میں سے اور جنہوں نے
نیک عمل کیے۔ ضرور ان کو خلیفہ بنائے گا زمین میں (ملک میں) جیسا کہ اس نے خلیفہ بنایا
اُن لوگوں کو جو اُن سے پہلے تھے۔ اور ضرور اُن کے لیے ان کے دین کو طاقت دے گا۔ وہ
دین جو اس نے ان کے لیے پسند کر لیا، اور ضرور اُن کو ان کے خوف سے امن دے گا، وہ
صرف میری ہی عبادت کریں گے میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گے اور جس نے
انکار کیا اور ناشکری کی اس کے بعد وہی ہے نافرمان۔۔۔“ (پارہ ۱۸، النور: ۵۵)

برادرانِ اہل سنت والجماعت! سب سے بڑا مسئلہ خلافت کا ہے اور سب سے بڑا مقام فضیلت
بھی خلافت ہے۔ نبی کریم ﷺ کے تمام اصحاب جو ہیں، ان میں سے ہر ایک کو صحابی ہونے کی
حیثیت سے ایک خاص مرتبہ اور فضیلت حاصل ہے۔ غیر صحابی، کسی صحابی پر فضیلت نہیں پاسکتا،
انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد، اگر امتوں میں کسی کا درجہ ہے تو وہ نبی کریم، رحمۃ اللعالمین، خاتم
النبین ﷺ کی جماعت مقدسہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ہے۔

○..... اور اسی لیے اہل حق کا امتیازی نام اہل سنت والجماعت ہے، یعنی اُس اسلام اور اس

رسول کو، نئے والے جو حضور ﷺ کی سنت، اور حضور ﷺ کی جماعت صحابہؓ سے مابعد کی امت کو پہنچا اور ظاہر ہے کہ سوائے ان دو راستوں کے، ہمارے لیے کوئی اور راستہ اللہ کے دین کو معصوم کرنے کا نہیں۔ سارا دین ہمیں صحابہ کرامؓ کے ذریعے ہی ملا ہے۔

○ اصولاً اگر صحابہؓ کو مان لیا جائے تو دین کی تمام حقیقتیں اس میں آ جاتی ہیں تو صرف صحابی ہونا بھی بہت بڑا مقام ہے، بڑی فضیلت اور بڑا بلند مقام ہے، لیکن پھر صحابہ کرامؓ میں سے، جن کو اللہ تعالیٰ نے خلافِ راشدہ سے سرفراز فرمایا، اور ان کو خلیفہ راشد بنالیا ہے تو اس مقام خلافت کی جہ سے اُن کا درجہ باقی اصحابؓ سے بڑھ گیا۔ خلافت راشدہ یا خلفائے راشدین، ایک مخصوص اصطلاح اہلسنت والجماعت کے ہاں مروج ہے، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ بھی نیک خلیفہ، ان لوگوں کو خلیفہ راشد کہا جائے۔

○ حضرت علی المرتضیٰؓ پوچھتے خلیفہ راشد تھے اور واقعاً بھی ایسے ہی ہے۔ ایک ہوتا ہے واقعہ، کہ کوئی بات کیسے وقوع پذیر ہوئی؟ اس لحاظ سے خواہ کوئی مانے یا نہ مانے، موافق ہو یا مخالف۔ وہ جانتا ہے اور مانتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے بعد عملاً خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ تھے دوسرے حضرت فاروق اعظمؓ، تیسرے حضرت عثمان ذوالنورینؓ، ان تین خلفائے راشدین کے دور میں، ساری تاریخ کی چھان بین کر لو، کسی شخصیت کے متعلق یہ نہیں ثابت ہوگا کہ اسلامی حکومت کے کسی حصہ، کسی گوشے میں، عملاً کوئی اور بھی خلیفہ ہوا ہو؟

○ دیکھنا یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؓ نے ان تین خلفاء کے زمانے میں جو پوچھیں یا پچیس سال کا طویل دور ہے، کہیں عملاً خود مستقلاً حکومت کی ہے؟ اس لیے میں نے یہ پہلو عرض کیا ہے۔ حق کس کا ہے یہ تو جدابحث ہے، بعد میں عرض کروں گا۔ جس ترتیب سے یہ حضرات خلیفہ بنے اور انہوں نے اسلامی حکمرانی کی، اور مقابلے میں کوئی بحیثیت خلیفہ بننے کے لیے نہیں آیا تو اس پر کوئی اختلاف نہیں ہے۔

○ حضرت عثمانؓ کے دور میں، جو تقریباً بارہ سال کی خلافت کا طویل دور تھا، چاروں خلفاء میں سے سب سے زیادہ مدت خلافت حضرت عثمان ذوالنورینؓ کی ہے اور پھر بارہ سالہ خلافت میں کاہل، قدحار تک حضرت عثمانؓ کا اسلامی لشکر آیا، گویا اطرافِ عالم میں اسلام کا ڈنکا بجا، سمندری فتوحات، بڑی فتوحات، بحری فتوحات، یہ پڑھ لو۔ سبائی ٹولہ کی سازش سے حضرت

عثمان رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں شہید کر دیا گیا اور کتنے دن دشمن نے آپ کے گھر کا محاصرہ کیا اور اس حالت میں آپ نے شہادت پائی کہ اللہ کے کلام، قرآن مجید کی آپ تلاوت فرما رہے تھے اور جب اس آیت ”فَيَسْكُنْ فِيكُمُ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ“ پر پہنچے تو آپ کی روح عالم بالا کی طرف پرواز کر گئی۔ یہ داستان بڑی طویل ہے اصولی طور پر میں کچھ باتیں عرض کروں گا۔

○ اب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد یہ اختلاف ہوا کہ کس کو خلیفہ بنایا جائے؟ کہ جو اتنی بڑی اسلامی مملکت کا نظام سنبھال سکے، بہت بڑی بات تھی، تو ان حالات میں اختلاف رائے تو ہوا۔ سب نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی، عملاً اتفاق کیا۔ آپ خلیفہ بنا دیئے گئے، اس کے بعد امت کی تاریخ میں اختلاف کا دور شروع ہوا۔

○ ہم جو چاروں خلفاء کی خلافت کو خلافتِ راشدہ کہتے ہیں، تو وہ دراصل خلافتِ موعودہ ہے۔ یعنی نبی کریم ﷺ کے بعد وہ خلافت اور جانشینی کہ جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں پہلے فرما دیا۔ یہ اچھی طرح سمجھ لو! کہ خلافتِ موعودہ، وہ خلافت، جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کیا، اس لیے میں نے یہ آیت، جس کو آیتِ استخلاف کہتے ہیں تلاوت کی ہے۔

○ ”وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ“ کہ وعدہ فرمایا ہے اللہ نے اُن لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے۔ سارے ایمان والوں سے وعدہ نہیں ہے ”مِنْكُمْ“ جو تم میں سے ہیں یعنی اُس وقت جو مضبوط مومنین تھے، جب اس آیت کا نزول ہوا۔ تو ایمان والے تو قیامت تک آتے رہیں گے، لیکن اللہ تعالیٰ نے لفظ ”مِنْكُمْ“ سے تخصیص فرمادی، ورنہ تو اس لفظ کا کوئی فائدہ ہی نہیں تھا۔ تم ایمان والوں سے وعدہ ہے۔ مراد اُس وقت کے مومنین حاضرین ہیں۔

○ اور پھر یہ وعدہ صرف ایمان والوں سے نہیں، فرمایا: ”وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ“ ایسے ایمان والے اور ایسے مومنین کا ملین کہ جو صالح عمل کرنے والے ہیں۔ جن کا اللہ کے ہاں ایمان بھی کامل اور عمل بھی کامل و صالح، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تو اپنے علم کے مطابق اُنہی سے ہے، جن کے اندر صحیح ایمان ہے اور جو صحیح اور حقیقی معنی میں صالحین تھے۔

○ ”لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ“ ضرور اللہ اُن کو خلیفہ بنائے گا زمین میں، یعنی اس میں کوئی شک کی بات نہیں ہے۔ یہ سبلی، تحقیقی بات ہے، قسم سے فرمایا، کہ تم میں سے جو مومن صالح ہیں اُن میں سے، میں خلیفہ بناؤں گا۔

○ خلیفہ کا معنی جانشین، اب یہاں کس کی جانشینی مراد ہو سکتی ہے؟ نبی کریم رحمۃ اللعالمین، خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی، کیونکہ جب حضور ﷺ خود موجود تھے، اس وقت تو کوئی خلیفہ نہیں، جزوی طور پر حضور ﷺ کسی کو نائب بنا کر کہیں بھیج دیں، وہ الگ بات ہے، کلی طور پر جو حضور ﷺ کا جانشین ہو، وہ تو حضور ﷺ کے وصال کے بعد ہی ہوگا؟ تو اس لفظ سے خود یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ یہ وعدہ حضور ﷺ کے بعد کے لیے ہے۔ تو ضرور اللہ تم میں سے مومنین صالحین کو خلافت دے گا اور حضور ﷺ کا جانشین بنائے گا۔ کہاں؟

○ ”فِی الْأَرْضِ“ زمین میں، مراد خاص زمین، خاص ملک میں، کہ جہاں یہ حضور ﷺ کی حکومت الہیہ تھی، کیونکہ جانشین اور خلیفہ وہیں ہوگا، اسی وراثت کو سنبھالے گا، جو وراثت اس کو ملے گی، جن کا وہ خلیفہ ہے۔

○ ”كَمَا اسْتَخْلَفَ الْاٰلِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ“ جیسا کہ اللہ نے تم سے پہلے لوگوں کو اسی طرح نائب اور خلیفہ بنایا، یہ تو خلافت کا نفس وعدہ ہے، اب اس خلافت موعودہ کی علامات اور اس کی نشانیاں کیا ہوں گی؟ آگے اس کی تفصیل ہے، تاکہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ خلافت ایک حکومت و اقتدار ہے، اگرچہ ”لَیْسَتْ خِلَافَتُهُمْ“ سے، یعنی حضور ﷺ کا جانشین جب کوئی بنے گا تو یہ مراد وہی نہیں سکتا کہ صرف زمین کا اقتدار اُسے ملے۔ حضور ﷺ کا جانشین جب اللہ بنائے تو ہر مسلمان یہی سمجھے گا کہ یہ دینی اور شرعی طور پر جانشین ہوگا۔ جو دین حضور ﷺ نے قائم فرمایا اُسی کو اُس نے قائم رکھنا ہے، لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ نے تفصیل بیان فرمادی کہ کسی کو شک و شبہ کی گنجائش نہ رہے۔

○ ”وَكَيْفَ كُنَّ لَهُمْ دِيْنُهُمُ الَّذِیْ اَرْضٰی لَهُمْ“ ان کو خلیفہ اور جانشین بنا کر اُس دین کی اُن کو طاقت دے گا جو دین اللہ نے ان کے لیے پسند کیا ہے۔ ”الْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَ اَتَمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَكُمْ الْاِسْلَامَ دِیْنًا“ (المائدہ ۳) یہ جو آخری آیت ہے تکمیل دین کا جس میں اعلان ہوا تو اس میں واضح طور پر فرما دیا کہ ”آج میں نے تمہارا دین دین کامل کر دیا، تم پر اپنی نعمت بھی پوری کر دی اور اسلام جو ہے وہ میں نے تمہارے لیے دین پسند کر لیا۔“ تو جو دین یعنی اسلام اللہ نے اُن کے لیے پسند کیا ہے۔ اُس دین کو اُن خلفاء کے ذریعے اللہ طاقت دے گا۔ تو مقصد خلافت بھی واضح فرمایا۔

○ ”وَكَيْفَ كُنَّ لَهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوَلِّیْهِمْ اٰمَنًا“ دوسری نشانی یا اُس خلافت کا دوسرا فائدہ یہ ہوگا

کہ خوف کے حالات جو ہیں وہ دور ہو جائیں گے۔ اللہ ان کی جگہ امن قائم کر دے گا۔ اُس وقت کہ جب یہ وعدہ دیا جا رہا تھا کفار کا خوف تھا، یعنی حالات ایسے تھے، اُن کا زور تھا، ان کی طاقتیں تھیں، شوکتیں تھیں، لیکن اللہ تعالیٰ ہی اپنے علم کی بناء پر اور اپنی قدرت کی بناء پر یہ وعدہ کر سکتا ہے اور کوئی نہیں کر سکتا اور یہی اسلام کی حقانیت کی دلیل ہے کہ قرآن مجید میں جو جو پیشگوئیاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں وہ اپنے اپنے وقت پر پوری ہوئی ہیں اور یہ ہونیں سکتا کہ اللہ وعدہ فرمائے اور پھر وہ پورا نہ کر سکے؟ تو خوف کے حالات ختم ہو جائیں گے اور امن کا دور دورہ ہوگا۔

○ "يَعْبُدُونِي لَا يُشْرِكْ لِيْ شَيْئًا" اب وہ جو خلفاء اور جانشین ہوں گے، اُن کی معاف یہ ہوگی کہ صرف میری ہی عبادت کریں گے، میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گے، یہ عقیدہ کی بات ہے کہ خالص توحید، خالص ایمان اُن میں ہوگا اور اُسی کے لیے خلافت ہوگی اور ادنیٰ سے ادنیٰ شرک سے بھی وہ محفوظ رہیں گے تو گویا اعتقادی یا عملی صورت میں نبوت کے بعد جو تکمیل کی صورت ہے، وہ خلافت راشدہ یا خلافت موعودہ کی شکل ہے۔ یہ آیت سنی مسلمانوں کے عقیدہ کے لیے بڑی زبردست واضح، جامع دلیل ہے لیکن سنی مسلمان کا حال یہ ہے کہ وہ مدعی ہے ہی نہیں۔ سارا قرآن ان کے مذہب کی حقانیت پر دلالت کرتا ہے اور بعض آیات ایسی ہیں کہ ہر سنی مسلمان اُن کو یاد کر لے اور مختصر مفہوم ذہن میں رکھ لے تو سارے عقدے حل ہو جائیں۔

○ تو اب آیت کے وعدہ کے مطابق اللہ نے ایسے اسباب پیدا فرما دیئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو توفیق عطا فرمادی کہ اختلاف رائے کے بعد، اختلاف رائے مشورہ میں تو ہوتا ہی ہے ناں؟ حضور ﷺ کی موجودگی میں بھی ہوتا تھا، آخر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اتفاق و اجماع ہو گیا اور عملاً خلیفہ اول تسلیم کر لیے گئے، سب نے بیعت کر لی، دو سو دو سال آپ کی خلافت بڑی عظیم، کامیاب خلافت رہی۔

○..... ایک شبہ کا ازالہ

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اُس وقت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی تائید میں یہ آیت کیوں پیش نہیں کی گئی؟ یہ سوال ہی غلط ہے، کیونکہ اس آیت میں نشانیاں ہیں نام نہیں کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے کہ میرے حق میں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ میرے حق میں ہے، نام ہوتا تو پھر تو

بات تھی۔ جب خلیفہ بن گئے اور ان نشانیوں کے مطابق اُن کی خلافت کا نظام جاری ہوا اور کامیاب ہوا تو سب نے سمجھ لیا کہ اس آیت کا وعدہ خلیفہ اول صدیق اکبر ؓ کے لیے تھا، کیونکہ اگر صدیق اکبر ؓ کو بھی خلیفہ اول، برحق نہ مانیں تو وعدہ ہی پورا نہ ہوا؟ وعدہ ہے کسی اور سے، بن بیٹھے کوئی اور۔ اللہ کا ہو حکم، تو یہ بالکل غیر معقول بات ہوگی؟

○ اس کے بعد صدیق اکبر ؓ نے گو بظاہر حضرت عمر ؓ کو نامزد کیا، لیکن دوسروں سے مشورہ کیا، پھر اس انتخاب پر تمام صحابہ ؓ کا اجماع ہو گیا تو دس سال عظیم خلافت ہے دس سال ساڑھے دس سال کی مدت خلافت میں ساڑھے بائیس لاکھ مربع میل سے زیادہ رقبہ کفر کا آپ نے فتح کیا۔ اس سے زیادہ ممکنین دین، جس کا اللہ نے وعدہ دیا، وہ اور کیا ہو سکتا ہے؟ سب نے سمجھ لیا کہ آیت کا وعدہ جو تھا، دوسرے نمبر پر حضرت عمر فاروق ؓ کے لیے تھا۔

○..... حضرت عمر فاروق ؓ نے عشرہ مبشرہ، صحابہ ؓ، جن کا نام لے کر حضرت جبرائیل امین نے اللہ کی طرف سے، نبی کریم ﷺ کو ان کے جنتی ہونے کی بشارت دی، ان میں سے چھ جنتی صحابہ ؓ کا انتخاب کیا کہ یہ آپس میں مشورہ کر کے کسی کو خلیفہ منتخب کر لیں تو انتہائی کوشش و سوچ و بچار کے بعد حضرت عبدالرحمن بن عوف ؓ نے حضرت عثمان ؓ کے حق میں رائے دی۔ پھر سب نے حضرت علی المرتضیٰ ؓ سمیت حضرت عثمان ؓ کو خلیفہ مان لیا، بارہ سالہ آپ کی خلافت جو تھی بڑی کامیابی کے ساتھ ختم ہوئی۔ آخر میں شورش ہوئی وہ اور بات ہے۔ اُس سے آپ کی خلافت میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔

○..... تمام امیہ مسلمہ کو یقین ہو گیا کہ اللہ نے جن خلفاء کے متعلق وعدہ کیا تھا، اس آیت میں، یہ خلفاء وہی ہیں، اور ہیں ہی نہیں، عملاً تو ہے ہی نہیں ناں؟ اور ویسے کوئی ہو اور کر کچھ نہ سکے، تو اس آیت کے ماتحت تو آ نہیں سکتا؟ کہ کہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ کے لیے وعدہ تھا، بن نہ سکے۔ یہ تو اللہ کا وعدہ نہ ہوا۔ پھر مجبوراً فریق ثانی کہتا ہے کہ یہ تو امام مہدیؑ کے بارے میں ہے؟ گویا حضور ﷺ کا جانشین جو ہوگا اس آیت میں، وہ ہوگا جب دنیا ختم ہونے والی ہوگی؟ اللہ نے وعدہ اس لیے کیا تھا، ساری امت مرجائے، قیامت آنے والی ہو؟

○..... اس آیت میں جو اللہ نے فرمایا تھا کہ میں ان کو خلافت دوں گا یہ حضور ﷺ کے بعد متصل ہوئے ہیں، خلافت اور جانشینی تو وہ ہے ناں کہ حضور ﷺ کے بعد متصل کسی کو جانشین بنایا جائے۔

○..... بہر حال اب چوتھے خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی باری آئی اور یقیناً اہل سنت والجماعت کے عقیدہ میں آپ بھی موعودہ خلیفہ راشد ہیں، جب آپ کی باری آئی تو آپ کو خلافت عطا ہوئی اور اسی موعودہ خلافت میں آپ کی خلافت بھی شامل ہے۔ تفصیل کا وقت نہیں۔ یہ جو اللہ کی طرف سے ترتیب ہے تو اس ترتیب کے بغیر اس آیت کا مصداق کسی اور کو قرار نہیں دیا جاسکتا، کیونکہ تمکین دین یعنی اللہ کے دین کا استحکام، اور اس کا اقتدار و غلبہ، اور خوف کی جگہ تمام اسلامی مملکت میں امن قائم ہو گیا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں جھوٹے نبی اٹھے، زکوٰۃ کے منکر اٹھے لیکن آخر نتیجہ کیا نکلا؟ سب ختم ہو گئے امن قائم ہو گیا، فتوحات کا سلسلہ آگے بڑھا۔ اسی ترتیب سے اللہ کی حکمت کے مطابق ان خلفاء کی خلافت آئی تھی۔

○..... حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اسلامی مملکت کے اندر ایک انتشار پیدا ہوا لیکن اُس ترتیب سے تمکین دین بھی ہے، خلافت حقہ بھی ہے۔ اگرچہ اُس طرح امن قائم نہیں ہوا جس طرح پہلی خلافتوں میں ہوا لیکن درجہ بھی تو خلافت کا چوتھا ہے نا؟ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت اجماعی تھی، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت اجماعی نہیں کہ تمام نے مان لیا ہو۔ صحابہ میں بھی دو جماعتیں بن گئیں۔ رائے کا اختلاف ہو گیا تو چونکہ اجماع نہیں ہو سکا، اس لیے دو رائیں ضرور ہوئیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت اپنی جگہ برحق ہے اور خلافت راشدہ ہے آپ حقیقی معنوں میں خلیفہ راشد ہیں، لیکن تین خلفائے راشدین کی طرح یہ خلافت بالا جماع قائم نہیں ہوئی تو یہ بات پہلے ذہن نشین کر لیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں وہ امن نہیں رہا، وہ اجماعی خلافت تین خلفاء کی طرح نہیں بنی۔ اس لیے یہ نمبر میں چوتھے درجہ میں ہونا چاہیے تھا۔ درجہ پہلا دے دیں اور بنے ہی نہ؟ یہاں چوتھے درجے میں ہیں تو سہی ناں؟ جو باری اللہ نے عطا فرمائی، اُن تینوں سے کم، باقیوں سے زیادہ۔

○..... اور چونکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اللہ کے وعدہ کے مطابق خلیفہ راشد ثابت ہوتے ہیں اس لیے اہلسنت والجماعت کا یہ موقف ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اُن سے اختلاف اجتہادی اختلاف ہے بدعتی کا اختلاف نہیں لیکن اُن سے خطا ہو گئی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں ان کو فضیلت نہیں دی جاسکتی۔ آج عباسی پارٹی کا فتنہ، بالکل اہلسنت والجماعت کے موقف کے خلاف ہے۔

○..... اس آیت میں جو خلفاء مراد ہیں وہ وہ ہیں جو مہاجرین صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ہیں، یہ سورۃ حج کی آیت حمکین سے ثابت ہوتا ہے۔ ”الَّذِينَ اِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ“ سورۃ حج میں، اوپر آیات ہیں ”اُذِنَ لِلَّذِينَ يُقْتُلُونَ بِاَنَّهُمْ ظَلَمُوا“ کہ اب ان لوگوں کے لیے جہاد اور قتال کی اللہ کی طرف سے اجازت ہے جن پر پہلے ظلم کیا گیا، آگے مہاجرین کا ذکر ہے ”الَّذِينَ اُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ“ جو گھروں سے نکالے گئے، وہ کون تھے؟ ”مہاجرین“ یہ سمجھو! چاروں خلفاء مہاجرین میں سے ہیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ امت میں اول المہاجرین اور افضل المہاجرین ہیں، دیکھو! اللہ نے ہجرت کا سفر جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو نصیب کیا۔ تاکہ ہجرت کی فضیلت، حضور ﷺ کی معیت کی وجہ سے سب اصحابؓ سے ان کو نصیب ہو۔ اور پھر مہاجرین سے وعدہ خلافت کا ہے تو مہاجرین میں جو سب سے اول ہے وہی سب سے اول خلیفہ ہے۔ پھر سمجھ لو! کہ اس آیت میں جو وعدہ خلافت کا ہے، وہ مہاجرین صحابہ رضی اللہ عنہم سے ہے۔ کیونکہ اذن جہاد کے بعد فرمایا ”الَّذِينَ اِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْاَرْضِ“ کہ وہ مہاجرین ہیں، گھروں سے نکالے ہوئے، مظلوم مہاجر، اللہ کے دین کے لیے وطن چھوڑنے والے، اس وقت یہ حال ہے ناں کہ مظلوم بھی ہیں، وطن چھوڑنے والے بھی ہیں، نادار ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر میں ان کو حمکین، زمین میں، ملک میں، طاقت، اقتدار دوں، اگر میں دوں۔ یہاں تو وعدہ ہے کہ اگر میں دوں، انہی مہاجرین کا ذکر ہے۔ انصار اس میں شامل نہیں۔ انصار جنتی ہیں لیکن اللہ نے جس کو جو مقام بخشا ہے، وہ اسی کے لیے ہے ”الَّذِينَ اُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ“ یہ وہ مہاجر مظلوم ہیں، جو گھروں سے نکالے ہوئے، سبحان اللہ! عجیب وعدہ ہے اللہ ہی ایسا اعلان کر سکتا ہے کہ اگر میں ان کو طاقت دوں ”الَّذِينَ اِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْاَرْضِ“ اگر میں ان کو زمین میں حمکین دوں، حمکین کہتے ہیں، پورا اقتدار اور طاقت، کہ جس کے مقابلے میں باقی سب مغلوب ہو جائیں۔ اگر میں ان کو حمکین دوں، حکومت دوں، تو پھر یہ کیا کریں گے؟ ”اَقَامُوا الصَّلَاةَ“ نمازیں قائم کریں گے، ”وَآتَوُا الزَّكَاةَ“ زکوٰۃ کا نظام جاری کریں گے، ”وَأَمْرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ“ ہر نیکی کا حکم کریں گے۔ اور ہر برائی سے روک دیں گے، پہلے فرما دیا۔ وہاں بھی انہی کے لیے وعدہ ہے، اور یہاں بھی وہی مراد ہیں، حمکین کا ہی لفظ ہے، وہی نشانیاں ہیں۔

○..... تو اُس اللہ کے وعدے اور پیشگوئی کے مطابق مہاجرین میں ہی سے مسلسل جو خلیفہ بنے

ہیں اور خلافت موعودہ کے مصداق ہیں اور وہ صرف چار ہیں۔ تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس سلسلے سے چوتھے خلیفہ راشد بنے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بحیثیت صحابی بڑی فضیلت والے ہیں، کا تہذیب و وحی ہیں، صاحب کمال ہیں، صرف جب تقابل ہوگا تو جس طرح ہم کہتے ہیں کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بڑی شخصیت ہیں لیکن صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ جن سے فرشتے بھی اُن کا حیا کرتے ہیں لیکن درجہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے بعد ہے۔ شیر خدا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اللہ رسول کے بہت بڑے مقبول ہیں، لیکن ان تین کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق حضورؐ نے فرمایا کہ یا اللہ! ان کو ہادی بھی بنا، مہدی بھی بنا اور اُن کو حسنؓ و حسینؓ خلیفہ ماننے والے ہیں لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد درجہ ہوگا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے برابر بھی نہیں ہوگا۔ بات ہے اللہ کی آیات کی روشنی میں، چوتھے خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان کی جگہ نہیں بٹھا سکتے۔ اس لیے اُن کی طرف خطا اجتہادی منسوب ہے اور خطا سے یہ لازم نہیں آتا کہ اب وہ نعوذ باللہ صحابیت کے مقام سے گر گئے، بلکہ اجتہادی خطا پر از روئے حدیث بھی ایک ثواب ملتا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بچوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں یہ شرف صرف حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ہے، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تو فتح مکہ کے وقت یا کچھ پہلے یہ اور بات ہے لیکن وہ مہاجر نہیں، ہجرت کی ہے؟ بدر میں شریک ہوئے ہیں؟ احد میں شریک ہوئے ہیں؟ خندق میں شریک ہوئے ہیں؟ حدیبیہ میں شریک ہوئے ہیں؟ بھی! فضیلتیں تو قرآن میں یہ ہیں ناں؟ ”وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ أُولَئِكَ الْمُقَدَّمُونَ“ کی ہے؟ بد میں شریک ہوئے ہیں؟ احد میں شریک ہوئے ہیں؟ خندق میں شریک ہوئے ہیں؟ حدیبیہ میں شریک ہوئے ہیں؟ بھی! فضیلتیں تو قرآن میں یہ ہیں ناں؟ ”وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ أُولَئِكَ الْمُقَدَّمُونَ“ آیتیں تو بہت ہیں۔

○..... ایک بات سمجھ لو! کہ محققین اہلسنت، سلف، خلف نے جو موقف اختیار کیا ہے، اس سے جو اپنی نادانی سے یا اپنے جذبات کے ماتحت ادھر ادھر ہت گیا تو اُس نے جہنم کا راستہ اختیار کر لیا۔ گویا جو ساری عمر قرآن و حدیث پڑھاتے رہے اُن کو پتہ نہیں چلا، تو جن بچاروں نے ترجمہ بھی سارا نہ دیکھا ہو ان کو پتہ چل گیا؟ عجیب بات ہے؟ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اختلاف اجتہادی تھا، اگلے جمعے پر بیان کروں گا ان شاء اللہ۔ اب دوسرے پہلو سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے متعلق بات سمجھو۔

○..... جو فریق یہ کہتا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے لے کر حضرت امام مہدیؑ تک بارہ امام یا خلیفہ نامزد ہیں، جس طرح اللہ تعالیٰ پیغمبروں کو نامزد کرتا ہے اسی طرح؟ ہم ان بارہ کو مانتے ہیں کسی کے منکر نہیں، معتقد ہیں، بارہویں پیدا ہوں گے، غائب نہیں ہیں۔ اُس آخری دور کے بہت

بڑے مجدد، ہادی اور مہدی ہوں گے۔ اللہ آپ کے ذریعے اسلام کو غالب کریں گے۔ ان بارہ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ، یہ تین صحابی ہیں ان کی اپنی اپنی خاص فضیلتیں ہیں اور باقی صحابی نہیں، لیکن اولیائے امت میں سے ہیں اہلسنت ہیں، اللہ، رسول کے مقبول ہیں، اسی شریعت اور سنت کی تبلیغ کرنے والے ہیں، انہوں نے ساری زندگیاں شریعت کے تحفظ اور اتباع سنت میں گزاریں۔ اہلسنت ان بارہ کا انکار نہیں کرتے، بارہویں پیدا نہیں ہوئے، جب ہوں گے تو اُن کو اُس موقع کے اعتبار سے مانتے ہیں، گیارہ ہوئے ہیں اپنے اپنے دور میں اللہ رسول کے مقبول ہوئے ہیں، لیکن پیغمبروں سے افضل نہیں، نہ اللہ نے پیغمبروں کی طرح وحی کے ذریعے اُن کا نام لے کر، اُن کو نامزد کیا ہے، کیونکہ پھر قرآن میں کوئی ایک نام تو آ جاتا؟ حضور ﷺ کے بعد نامزد جانشین جو اللہ نے بنائے ہیں، قرآن نازل ہو رہا ہو، شیر خدا موجود بھی ہوں اور قرآن مجید میں نہ نام ہو نہ کچھ ہو، تو پھر یہ تو معلوم ہوا ناں کہ اللہ نے خلافت کی نامزدگی کا نظام جاری نہیں رکھا تھا؟

○..... بعض لوگ یہ کہتے ہیں ”یٰۤاَنۡسِیَ جَاعِلُ فِی الْاَرْضِ خَلِیۡفَۃً“ (بقرہ: ۳۰) استدلال کرتے کہ خلیفہ صرف اللہ بناتا ہے؟ کہ فرشتوں کے سامنے اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان فرمایا کہ میں اس زمین میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں؟ تو وہ خلیفہ کون تھے؟ نبی تھے یا غیر نبی تھے؟ حضرت آدم علیہ السلام کون تھے؟ یہ تو نبی خلیفہ ہیں۔ اسی طرح ”یٰۤاَدٰوۡدُ اِنَّا جَعَلۡنَکَ خَلِیۡفَۃً فِی الْاَرْضِ“ اے داؤد ہم نے آپ کو زمین میں، ملک میں خلیفہ بنایا، آیتیں تو نبی کے متعلق ہیں، چسپاں کرتے ہو غیر نبی کے متعلق؟ یا اُن کو پہلے نبی ثابت کرو، تو پھر وہ آیتیں ان پر چسپاں کروں؟ اللہ کا خلیفہ جو ہے اُس کو نبی کہتے ہیں۔ خلیفہ کے لغوی معنی جانشین کے ہیں۔ جب براہ راست، بلا واسطہ اللہ کسی کو نبوت اور رسالت سے سرفراز کر کے بھیجتا ہے تو وحی میں نام آ جاتا ہے۔ اسی طرح آیت ”یٰۤاَنۡسِیَ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا“ (بقرہ: ۱۲۳) حضرت ابراہیم علیہ السلام کون تھے؟ نبی، اور نبیوں کے باپ ہزاروں پیغمبر آپ کی اولاد میں ہوئے، امامت یا خلافت کی آیات یہاں تو وہ پیش ہو سکتی ہیں کہ جو غیر انبیاء کے متعلق ہوں؟ اس قرآن میں تو ہمیں، الحمد سے والناس تک کوئی آیت نہیں ملتی جس میں یہ صراحت ہو کہ حضور ﷺ کے بعد امامت جاری ہوگی؟ اور اللہ نامزد کرے گا؟ اگر کوئی ہے تو دکھا دو؟ اور خلافت و جانشینی کی آیتیں، نشانیاں یہ میں نے سنائیں۔ اب اور پہلو سے۔

○..... یہ ”نخج البلاغہ“ ہے جو اُن کے نزدیک، گویا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے صحیح خطبات پر مشتمل ہے۔ یہ سمجھ لو کہ میں ایک مسئلہ جب سمجھاؤں تو دلیل سے سمجھاتا ہوں، یہ مقصد نہیں ہوتا کہ میں محض ایک چوٹ کروں، میری کوشش یہ ہوتی ہے کہ موافق ہو یا مخالف، میری بات سمجھ لے کہ میں نے کیا بات کہی ہے؟ میری دلیل سمجھ لے، اگر اس کو پسند آ جائے، اس کا دل مانے تو مان لے، شیر خدا کے خطبات، اُن کے ہاں جو صحیح ہیں، اس میں لکھا ہے کہ ”جب لوگوں نے کہا ہم آپ کو خلیفہ بناتے ہیں، اب کوئی نظام خلافت سنبھالنے والا ہے نہیں۔ ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں، تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”واللکم وذریرا خیر لکم منی امیرا“ (نخج البلاغہ ص ۲۷۷، خطبہ نمبر ۹۰) ”میں بہتر ہوں تمہارے لیے وزیر کے، امیر بننے سے“ میں امیر نہیں بننا، اگر کوئی خلیفہ ہو تو میں اس کا وزیر بننے کے لیے تیار ہوں۔ بتاؤ! اگر اللہ نے آپ کو پناہ تو یہ جواب دینا غلط اور اللہ کے حکم کے مخالف ہے؟ وہاں تو کوئی مانتا یا نہ مانتا فرماتے کہ میں ہوں؟ اللہ کسی کو کہے کہ تو نبی ہے اور وہ کہے میں نبی نہیں ہوں، اللہ کہے کہ تو امام ہے پہلا، وہ کہے کہ چوتھے درجے میں بھی امام نہیں بننا چاہتا، بتاؤ کوئی بات بنتی ہے؟

○..... دوسری بات اسی نخج البلاغہ ص ۳۴۷، پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ارشاد منقول ہے۔ فرمایا: ”واللہ ما کانت لی فی الخلافۃ رغبۃ ولا فی الولایۃ اربعۃ لکنکم دعوتی علیہا وحملتہمونی علیہا“ قسم اٹھا کر فرماتے ہیں، ”اللہ کی قسم مجھے خلافت میں کوئی رغبت نہیں تھی،“ اللہ نے امام، خلیفہ پہلا بنایا، کہتے ہیں مجھے رغبت، ضرورت نہیں تھی، قسم اٹھا کر فرما رہے ہیں کہ اس کی خواہش نہیں تھی، معلوم ہوا پہلے نامزد نہیں تھے، نامزد اب بھی نہیں، مشورہ ہو رہا ہے، رائے ہو رہی ہے، وہ بخ رہے ہیں، ذمہ داری اٹھانے سے اجتناب فرما رہے ہیں، ”اللہ کی قسم مجھے اس خلافت کی کوئی رغبت نہیں تھی“ لیکن تم نے مجھے اس کی طرف بلایا اور یہ بوجہ تم مجھ سے اٹھوا رہے ہو، اس لیے میں اس کو قبول کر رہا ہوں۔“ تو بات پھر اہلسنت کی کچی ہوئی ناں کہ نبوت کا انتخاب وحی کے ذریعہ، نامزدگی من جانب اللہ ہوتی ہے۔ اور نبی کے خلفاء جو نبی نہ ہوں اُن کے لیے نامزدگی ضروری نہیں۔ یہ کیوں میں نے کہا؟ آپ یہ نہ کہیں کہ حضرت طاہر طاہر کو اوپر سے اللہ نے انتخاب کر کے دیا لیکن ان کو نہ نبی مانتے ہو نہ معصوم مانتے ہو؟ اگر اللہ نے بنایا تو معصوم ماننا چاہیے ناں؟ جس طرح عقیدہ رکھتے ہو؟ اور اس وقت حضرت شونیکل علیہ السلام پیغمبر موجود ہیں، اُن پر، اُن کو فضیلت تو

حاصل نہیں ہوئی۔ غیر تہی ہیں؟ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خود چوبیس سال کے بعد فرما رہے ہیں، یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ نے پہلا نمبر دیا اور کسی نے بننے نہیں دیا تو آج خواہش نکل گئی؟ وہ تو اللہ کا حکم ہے، وہ تو مامور من اللہ ہیں۔

○..... ایک اور بڑی دلیل اسی ”نسخ البلاغہ کے ص ۳۹۸ پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھا تو وہ یہ ہے ”انہ بايعنى القوم الذين بايعوا ابا بكر وعمر و عثمان على ما بايعوهم ولم يكن للشاهد أن يختار ولا للغائب أن يرد انما الشورى للمهاجرين والانصار فان اجتمعوا على رجل سموه اماما كان ذلك لله رضا“ وہاں فرماتے ہیں میری خواہش و رغبت نہیں تھی، تم نے مجبور کیا تو میں نے یہ ذمہ داری قبول کی۔ اور اب اپنی خلافت کی دلیل میں، کہ مجھے مان لو، آپ دلیل دیتے ہیں کہ میں اس وقت خلیفہ برحق ہوں کیونکہ ”بے شک میری بیعت اُن لوگوں نے کی ہے، ”الذين بايعوا ابا بكر“ جنہوں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تھی، ”وعمر“ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بھی اُنہی لوگوں نے بیعت کی تھی ”وعثمان“ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تھی جو آج میری بیعت کر رہے ہیں۔ آگے فرماتے ہیں۔ ”الذى بايعوا ابا بكر وعمر عثمان ما بايعوهم“ جس بات پر ان حضرات نے ان تین خلیفوں کی بیعت کی تھی اُسی بات پر اُسی دین کے لیے آج میری بیعت کر رہے ہیں، یعنی اُن کی بیعت کو اپنے لیے دلیل بنا رہے ہیں، چہ جائیکہ یہ کہیں کہ (نعوذ باللہ) وہ تو میرے دشمن، مخالف تھے، اُن کی کیا حیثیت تھی؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ارشاد سے تینوں خلفاء کی بیعت برحق ثابت ہو گئی۔ بھئی! اپنی خلافت کی دلیل میں ان تین خلفاء کی خلافت بطور شرعی دینی خلافت کے پیش فرما رہے ہیں آگے نیچے ”ولم يكن للشاهد أن يختار ولا للغائب أن يرد“ اب جو موجود ہیں اُن کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ اور کسی کو اختیار کریں اور جو یہاں موجود نہیں ہیں، غائب ہیں، اُن کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اس کو رد کر دیں۔“ اس کو نہ مانیں۔ آگے ”انما الشورى للمهاجرين والانصار“ شوریٰ جو ہے وہ حق ہے مہاجرین اور انصار کا۔ نامزدگی کے بعد شوریٰ ہوتی ہے؟ اللہ نامزد کر دے تو دلیل یہ دیتے کہ یہ مہاجرین، انصار کو اللہ نے شوریٰ کا مشورے کا حق دیا ہے؟ نامزد امام اور خلیفہ، شوریٰ اور مشورہ کی بات نہیں کرتا؟ وہی بات کرتا ہے جس کا اصول یہ ہو کہ حضور ﷺ کے بعد خلافت جو ہے وہ مشورہ کی بنیاد پر ہے۔ اہلسنت والجماعت کا یہی موقف ہے ”وَأَمْرُهُمْ شُورَى بَيْنَهُمْ“ قرآن کی آیت ہے (سورۃ شوریٰ آیت: ۳۸) اللہ سمجھ دے عمل کی توفیق نصیب ہو۔

ارشادات و کمالات

عنوان و ترتیب	ماخوذ از مکتوبات
حضرت مولانا رشید الدین حمیدی صاحب رحمہ اللہ	شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ

ختنہ اور عقیقہ وغیرہ کی رسمیں

① عقیقہ ساتویں دن سنت کے مطابق کر دیا جائے۔ بچے کے بال منڈائے جائیں۔ بالوں کی مقدار میں چاندی تول کر خیرات کر دی جائے عمدہ اسلامی نام تجویذ کیا جائے۔ لڑکی کے لیے ایک بکرا اور لڑکے کے لیے دو بکرے ذبح کیے جائیں، بشرطیکہ استطاعت ہو۔ یا تو گوشت تقسیم کر دیا جائے۔ اگر دعوت کریں تو خاص خاص اعزہ اور احباب کی جن کی تعداد پندرہ سے زائد نہ ہو۔

② کرت، ٹوپی بند کر دی جائے۔

③ نانہال وغیرہ سے جوڑے وغیرہ کی رسم بند کر دی جائے۔

④ ختنہ شریعت کے مطابق نہایت سادہ طریقہ سے کیا جائے۔

⑤ اگر ممکن ہو تو ختنہ بھی عقیقہ کے ساتھ ہی ساتویں دن کر دیا جائے۔ اگر نہ ہو سکے تو جلد سے

جلد چھوٹی ہی عمر میں کرایا جائے۔

⑥ ختنہ کے وقت میں بہتر ہے کہ کوئی رسم اور اجتماع نہ کیا جائے اور اگر ایسا کیا جائے۔ تو

پندرہ افراد سے زیادہ نہ ہوں۔

⑦ موت میں تجھیز و تمھین کے تمام مصارف شریعت کے موافق مختصر ہوں۔

⑧ اگر ایصالِ ثواب کے لیے وصیت ہو تو شریعت کے موافق تہائی مال میں سے مصارفِ عمل

میں لائے جائیں۔

⑨ اگر ایصالِ ثواب کی وصیت تہائی مال سے نہ پوری ہوتی ہو اور ورثاء سب کے سب بالغ

ہوں تو ان کی اجازت سے پوری کی جاسکتی ہے۔

⑩ اگر ورثاء تمہائی مال سے زائد خرچ کرنے کی اجازت نہ دیں یا ان میں کوئی وارث نابالغ ہو تو تمہائی سے زائد ہرگز نہ خرچ کیا جائے۔

⑪ ایصالِ ثواب میں محتاج اور مستحق خیرات افراد ہی بلائے جائیں۔ صاحبِ ثروت احباب و اقارب کے لیے یہ کھانا جائز نہیں۔

⑫ ایصالِ ثواب کے مصارف کو جہاں تک ممکن ہو خفیہ طریقہ سے عمل میں لایا جائے۔

چچا زاد بڑے بھائی کی وفات پر اظہارِ تعزیت

جناب سید محمد بشیر الدین صاحب الہدایہ پور ٹائڈ ضلع فیض آباد کے نام

مخدومی و کمری! جناب بھائی صاحب زید مجھ کم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج شریف۔

آپ کا والا نامہ ملا۔ جس میں بھائی محمد ظہیر صاحب مرحوم کی وفات کی خبر وحشت اثر درج تھی۔

اس کو معلوم کر کے بہت صدمہ ہوا۔ اگرچہ مرحوم نے بفضلہ تعالیٰ بڑی عمر پائی تھی اور عمر طبعی سے تجاوز کر گئے تھے مگر خاندان میں سب سے بڑے وہی تھے۔ ہم سبھوں پر ان کا سایہ عظیم الشان نعمت تھا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمتوں سے اور مغفرتوں سے نواز دے۔ آمین۔

میں ان شاء اللہ ۱۲ فروری کو یہاں سے روانہ ہو کر ۱۳ فروری کی شام یعنی رات کے ساڑھے

بارہ بجے پنجاب ایکسپریس میں اکبر پور پہنچوں گا۔ بہادری صاحبہ (یعنی خوشدامن صاحبہ) ساتھ ہوں

گی۔ اس لیے آپ اسٹیشن پر ایک موٹر کار کا انتظام رکھیں۔ دعوتِ صالحہ سے فراموش نہ

فرمائیں۔ (مکتوبات شیخ الاسلام ج ۳، ص ۲۹۵)

دعائے مغفرت

حضرت مولانا محمد الیاس مظہری خطیب علی پور چٹھہ (گوجرانوالہ) کے سر قفائے الہی سے

وفات پا گئے ہیں۔ دعا ہے کہ حق تعالیٰ مرحوم کی کامل مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ

مقام عطا فرمائیں۔ قارئین سے بھی دعا کی درخواست ہے۔ (ادارہ)

ماہ نامہ ”افکار العارف لاہور“ کے جواب میں

تلمیحات کے اندھیروں میں حقیقت کے چراغ

مولانا حافظ عبدالجبار سلفی

”دعائے صنم کی قریش“ جیسی فرقہ دارانہ اور نفرت انگیز کلمات بد کو کو اول تو ”دعا“ کہنا ہی سلیم فطرت انسان کی طبیعت پر بوجھ ہے مگر ہم ”مرتے کیا نہ کرتے“ کے تحت اس پر قدرے تفصیلی بحث لکھنے پہ اس لیے مجبور ہوئے کہ شیعہ اصطلاح میں اسے ”دعاء“ ہی کہا جاتا ہے۔ بلکہ اس فرقہ میں ہر منفی چیز کو مثبت کے معنی میں لے کر ”عبادت و دعا“ کا درجہ مل جاتا ہے۔ مثلاً جس طرح جھوٹ کو ”تقیہ“ جنسی بے رہروی کو ”معتہ“ اور گالی گلوچ کو ”تمہرا“ وغیرہ کی رافضیانہ بیساکھیاں دی گئی ہیں، ایسے ہی ”تمہرا“ پر تقدس کا خول چڑھانے کے لیے امامی علماء نے اسے ”دعاء“ کا نام دے کر وظائف کی کتابوں میں درج کیا ہے۔ جس کا نمونہ ہمارے قارئین گذشتہ ماہ کے شمارہ میں ملاحظہ فرما چکے ہیں اور اس قسم کی دعاؤں کو ”وظائف الابرار“ اور ”تحفۃ العوام“ جیسی کتابوں میں شامل کیا گیا ہے۔ حتیٰ کہ بغیض لوگ مرنے سے قبل یہ وصیت کر گئے کہ پس مرگ ہمارے ایصال ثواب کے لیے دعائے مغفرت، تلاوت قرآن مجید اور صدقہائے جاریہ کے دیگر شرعی ذرائع اختیار کرنے کی بجائے صحابہ کرام کو گالیاں دینے کا اہتمام کیا جائے، پھر ان کی وصیت پر عمل بھی ہوتا رہا ہے جیسا کہ مولانا ناصر عباس ملتانی کی یاد میں ”دعائے صنم کی قریش“ تقسیم کی گئی، یعنی آپ کہہ سکتے ہیں کہ امامی علماء قبر و حشر میں اپنی نجات کے حوالہ سے ”رحمت“ کی بجائے ”لعنت“ پہ یقین رکھتے ہیں۔ جن لوگوں کی کل متاع فکر و نظر رونے دھونے سے لے کر لعن و طعن کے جوہر میں بہہ جائے، اُن سے متانت و تہذیب یا شائستگی و شیفٹنگ کی توقع رکھنا ایک امر فضول ہے۔ ہمارے قارئین حیران ہوں گے ہر دور میں امامی علماء نے غیر مذاہب کو اسلام پر جگہ ہنسائی کا موقع دیا اور تعلیمات اہل بیت کا اس قدر تمسخر اڑوایا کہ ”بے وقوف دوست سے دانا دشمن بہتر ہے“ کا محاورہ زبانِ خلق پہ عام ہو گیا۔

جولائی ۱۹۳۸ء کے زمانہ کی بات ہے کہ ”جونپور“ شہر میں اہل سنت اور اہل تشیع کے مابین متنازعہ جلوسوں اور صحابہ کرام علیہ السلام پر سب و شتم کے حوالہ سے اختلاف پیدا ہو گیا، اور معاملہ رفتہ رفتہ بڑھتے ہوئے عدالتوں تک جا پہنچا۔ شیعہ علماء کے مطابق عدالتی فیصلہ ان کے حق میں ہو گیا اور جونپور کے ہندو جج ٹھاکر پرشاد دو بے نے یہ فیصلہ دے دیا کہ امامیوں کو جلوس میں گالیاں دینے اور لعنتیں کرنے کی اجازت ہے اور یہ اجازت کیوں نہ ملتی؟ اس لیے کہ برطانوی اقتدار کا چراغ ٹٹم رہا تھا، تحریکِ قیام پاکستان اپنے شباب پر تھی اور تقسیم برصغیر کا فیصلہ نوشتہ دیوار تھا، ان حالات میں برطانوی سامراج ”لڑاؤ اور حکومت کرو“ کے اپنے پرانے فلسفہ کو مستقبل میں زندہ رکھ کر اپنی ساکھ باقی رکھنے کی فکر میں تھا، چنانچہ اُسی زمانہ میں مانجی جلوس کے پرٹ جاری کیے گئے، سکھوں، ہندوؤں اور مسلمانوں کو باہم گھٹم گھٹا کر دیا گیا، اہل سنت میں بھی غلط فہمیاں پیدا کر کے نفرتوں کی دیواریں حائل کی گئیں، سیاسی و اشتعالی جماعتیں بنتی اور ٹوٹتی رہیں، جن کی المناک اور عبرتناک طویل ترین داستانیں تاریخ برصغیر کے ماتھے پہ درج ہیں، تاہم ان تمام تر طوفانوں اور آندھیوں میں جرأت و حمیت کا چراغ جلتا رہا، اور یہ چراغ گہی یا تیل سے نہیں، مسلم نوجوانوں کے خون سے روشن تھا، اور پھر ان کی مخلصانہ قربانیوں کی بدولت پاکستان معرضِ وجود میں آ گیا، اس ساری جدوجہد میں امامی علماء کی کلفت اور کرب یہی رہا کہ ہماری ”لعنتوں“ کو قانونی حیثیت دی جائے۔ دنیا ادھر سے ادھر ہو جائے، تفریق امت اور انتشارِ ملت سے ہمارا کیا لینا دینا؟ بس ”لعنتیں“ گونجتی رہیں اور ہم مذہب کے نام پر نئے پاٹ تجویز کر کے خونی کھیل کھیلتے رہیں، ان حالات میں اگر ہندو منصف ”ٹھاکر پرشاد دو بے“ نے اہل تشیع کے حق میں فیصلہ دے دیا ہو تو کچھ امر بعید نہیں ہے۔ مگر اس عدالتی کارروائی کے دوران امامی علماء نے جس بھوٹے انداز میں اپنے دعوے بذریعہ وکلاء قلمبند کروائے تھے وہ آج بھی ملت تشیع کے ماتھے پر بدنام داغ ہے۔ مگر امامی علماء فرماتے ہیں کہ یہ اہل سنت کی نظروں کا فریب ہے جو انہیں لعنتوں جیسا ہمارا محبوب تشقہ ”بدنام داغ“ نظر آتا ہے۔ اُس فیصلہ کو سید آقا جعفر نقوی کجھوی صاحب نے ”فیصلہ حتمی“ کے نام سے شائع کروایا تھا، اس کی چند عبارات آپ ملاحظہ فرمائیں، تو ”دعائے صُنْمی قریش“ جیسے امامی وضع کردہ وظائف کی شکل و صورت سے مزید پردہ اٹھتا ہے چنانچہ ”شیعہ اور سُنی“ اختلاف کی بنیادی وجوہ بیان کرتے ہوئے امامی قلمکار نے نہایت ڈھٹائی کے ساتھ

یہ بیان جمع کروایا تھا کہ

”حضرت عائشہ اس وقت خاندان رسالت مآب ﷺ میں نمایاں شخصیں اور ان کا اثر اور دباؤ جناب رسالت مآب ﷺ پر خصوصاً ان کے اخیر زمانہ میں بہت تھا، جب کہ عائشہ کی وفاداری جناب رسالت مآب ﷺ کی نسبت مشتبہ ہو گئی تھی۔ یہ (علی) حضرت عائشہ کے خلاف ہو گئے تھے، یہ انہوں نے کسی اور وجہ سے نہیں کیا، سوائے اس کے کہ جناب رسالت مآب ﷺ کی حتی الامکان خدمت کرنا چاہتے تھے۔ حضرت عائشہ نے اس دشمنی کو اپنے دل میں رکھا اور جب موقع آیا تو انہوں نے اپنا پورا اقتدار حضرت علی کے خلاف صرف کر کے ان کو معزول کر دیا، اور اپنے باپ حضرت ابوبکر کا، جو اس وقت ایک بااثر آدمی تھے، تخت خلافت کے لیے انتخاب کر لیا اور اس صورت سے حضرت علی کے تمام حقوق کو پامال کر دیا۔ جناب رسالت مآب اور ان کے اسلام کے نہایت ہی وفادار معتقدین نے اس نا انصافی کی زمتوں کو سختی سے برداشت کیا، اس گروہ (شیعہ) کا یہ اعتقاد ہے کہ حضرت علی بھی ایسے شخص ہیں جو خلافت پانے سے مستحق ہیں اور یہی وہ آدمی ہیں جن کا اعتقاد ہے کہ یہ حضرت علی کا پیدائشی حق تھا اور ان کی اولاد کو اسلام کی مذہبی اور سیاسی سرداری پر فائز ہونا چاہیے تھا اور تینوں خلفاء ابوبکر، عمر، عثمان حق خلافت میں غاصب تھے اور وہ سب حضرت علی کے جائز وراثت کے چھیننے کے مجرم تھے اور یہی فرقہ تھا جو بعد میں شیعہ، یعنی دوست یا ساتھی کے نام سے موسوم ہوا۔“ (فیصلہ جزا، (تنازع جوہد) جولائی ۱۹۳۸ء، ناشر دفتر ”اصلاح“، کجوا، صوبہ بہار)

حضرت علی کے بغیر نبوت کا مشن اور کارِ اصلاح ضائع تھے

اسی ”فیصلہ جزا“ میں امامی زعماء نے بڑے تفاخر سے عدالت میں یہ بیان بھی ریکارڈ کروا دیا کہ ”صحیح طور پر کہا جاسکتا ہے کہ حضرت علی رسالت مآب ﷺ کی طاقت کو مستحکم کرنے والے تھے۔ کونسل آف جیمبر میں عقلمند اور میدان جنگ میں بہادر سپاہی تھے۔ انہی کی تلوار سے خندق، احد، بدر، اور خیبر کی اہم فتوحات ہوئیں، اگر یہ فتوحات نہ ہوتیں تو جناب رسالت مآب ﷺ کی تبلیغ، مشن بالکل ابتداء ہی میں پامال ہو جاتی اور دنیا سے ایسی اصلاح جو تاریخ انسانیت میں بے مثال تھی وہ ضائع ہو جاتی۔ جناب رسالت مآب ﷺ کی دنیاوی طاقت حضرت علی کے مستحکم کرنے کی بدولت اس قابل ہوئی کہ اسلام کا پیام حالت طفولیت میں دیا جائے۔ اس وجہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت علی سب سے زیادہ مستحق و قابل تھے۔“ (اینا ملہ برے)

جوازِ لعنت

”فیصلہ نمبر ۱“ میں امامی علماء کا یہ بیان کس قدر شرمناک ہے کہ ”شیعوں کا پہلے تین خلفاء پر نفرتیں کرنا اور لعنت بھیجنا اُن کے پختہ ایمان اور اعتقاد کے بموجب ہے جو کہ صدیوں سے رسومات اور عملی کارروائیوں پر مبنی ہے۔ لعنت کہنا سوائے اس“ اظہار کے اور کچھ نہیں ہے کہ خدا کی رحمت ان لوگوں سے منقطع ہو جائے اور خدائے قادر سے یہ اپیل کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے کہ وہ ان کو مناسب سزا دے، قاضیانِ حسین اور متینوں خلفاء اب زندہ نہیں ہیں، تو پھر سوائے اس کے اور کوئی ممکن صورت ہو سکتی ہے کہ جس شیعہ امن و امان کے ساتھ اُن تاریخی نا انصافیوں کا بدلہ لیں جو ان کے بارے میں اور ان کے پیشواؤں کے بارے میں ہوئیں کہ وہ مسکین اور انکساری سے قادر مطلق کی جناب میں اس سے برز و قیامت مناسب انصاف کرنے کی اپیل کریں۔“ (ایضاً صفحہ نمبر ۲۸)

کیا ”تہمہ ۱ اور لعنت“ حقیقت شناسی کا پتہ دیتے ہیں؟

”پنڈت ٹھاکر پرشاد دوہے“ کے اس فیصلے پر امامی علماء کا رقص کننا ہونا ایک فطری امر تھا، ظاہر ہے طوائف کو اگر ناپچنے کا قانونی پروانہ مل جائے تو وہ اپنے فن کا زیادہ ”نمرا“ مظاہر کر سکتی ہے۔ چنانچہ مذکورہ فیصلہ پر جناب آغا جعفر صاحب نقوی نے ایک طویل مسرت بھرا تبصرہ کیا تھا، اس کی چند سطور بھی ملاحظہ فرماتے جائیں کہ امامی علماء پاکستان امت پر لعن و طعن کرنے کے لیے کس طرح بہ وقتِ ضرورت ”بندے ماترم“ اور ”ست سری اکال“ تک کا نعرہ لگانے پہ تیار ہو جاتے ہیں۔ آغا صاحب لکھتے ہیں:

”تہمہ ۱ اور لعن کے متعلق منصف صاحب شہرہ یون پور (ٹھاکر پرشاد) کے فیصلے سے آپ کی اعلیٰ قابلیت اور حقیقت شناس نظر کا پورا پتہ ملتا ہے۔ تہمہ پر شروع سے آج تک ہر انسان، ہر قوم، ہر جماعت اور ہر ملک کا عمل رہا ہے اور اس وقت بھی ہے اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ ہر شخص برا ہو یا برا کام کرے، ان سے الگ رہ جائے، آج ایک ملک کی طاقت دوسرے لوگوں پر زیادتی کرتی ہے اور کمزور اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو یہ اس سے ہر بات میں علیحدگی اختیار کرتے ہیں، اسی کو انگریزی میں Non Connection عربی میں ”تہمہ ۱“ اور اردو میں ”الگ“ ہونا کہتے ہیں۔ مثلاً اٹلی نے طرابلس پر زیادتیاں کیں تو اکثر مقامات کے مسلمانوں

نے اس سے ہر بات میں علیحدگی کی یہی شیعہ کہتے ہیں کہ جنہوں نے ان پر یا ان کے پیشوایان۔ین یا ارکان مذہب پر حملہ کیا ہے یا ان پر ظلم و تعدی کی، ان سے تمرا کرتے ہیں یعنی الگ رہتے ہیں، کہ ان کو ماننے ہیں نہ ان کی پیروی کرتے ہیں۔ خدا کا تمرا یہ ہے ”بِسْمِ اللَّهِ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ، أَنْبِيَاءُ كَاتِبِمْ“ وَاذْكُلْ إِبْرَاهِيمَ لَأَهْلِهِ وَقَوْمَهُ إِنَّهُ يَبْرَأُ مِمَّا تَعْبُدُونَ“ میں اور قیامت والوں کا تمرا بھی اذ تبراء الذين اتبعوا من الذين اتبعوا وَرَأَوْا الْعَذَابَ الْخَالِدَ“ میں موجود ہے۔“ (فیصلہ تمرا، صفحہ نمبر ۴۳، مطبوعہ ۱۹۳۸ء دفتر ”اصلاح“ کجھوا، بہار)

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ امامی علماء کو لعنت و تمرا سے کتنا شغف ہے اور کس طرح یہ دور از قیاس و عقل من گھڑت دلائل کے ساتھ اپنے اس ”وہیفہ“ کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ”فیصلہ تمرا“ نامی اس کتاب کی دی گئی عبارات کا یہاں جواب مقصود نہیں ہے اور نہ ہی یہ جاہلانہ ہفتوات اس قابل ہیں کہ ان کے جواب میں وقت ضائع کیا جائے۔ اس لیے تو یہ تمرا کی شورا شوری میں اپنی اعتقادی گاڑی کو دھکا لگا کر تکفیری اور بغیضی ماحول پیدا کرتے ہیں اور افتراق امت کی آگ بھڑکاتے رہتے ہیں۔ اور اس مقصد کے لیے انہیں یہودیوں، عیسائیوں، سکھوں، مجوسیوں اور ہندوؤں سے بھی اشیر بادل جائے تو بمر و چشم قبول کرتے ہیں۔ ایک زمانہ میں گاندھی جی کے نام ”آل انڈیا شیعہ کانفرنس“ کے مذہبی آرگن ”سرفراز“ نے کھلی چٹھی شائع کی تھی، گاندھی جی کے نام اس کھلی چٹھی میں جا بجا صحابہ کرامؓ پر تمرا بازی کی گئی تھی اور گاندھی کو باور کروایا گیا تھا کہ مسلمانوں کے ہاں نبی علیہ السلام کے صحابہ کرامؓ کی کوئی عظمت و تکریم نہیں ہے اور یہاں تک لکھا کہ آپ نے پیغمبر اسلام کے حالات سنیں کی کتابوں میں پڑھے ہوں گے، صحابہ کے کارنامے تاریخوں میں پڑھے ہوں گے، اس لیے اسلام کے متعلق آپ کی کوئی اچھی رائے نہ ہوگی وغیرہ وغیرہ، اس کے جواب میں امام اہل سنت علامہ عبدالغفور لکھنویؒ نے اپنے رسالہ ”النجم“ میں بھرپور تردیدی مضامین لکھے تھے اور پاکستان میں جناب علی مطہر نقوی مرحوم نے امام اہل سنت کے اضافی حواشی کے ساتھ اہل تشیع کا وہ خط بنام ”گاندھی جی کے نام کھلا خط“ ایک پمفلٹ کی صورت میں شائع کروا کر تقسیم کیا تھا۔

”تحفہ اثنا عشریہ“ میں دعاء صمنی قریش کا ذکر

خاندان حضرت شاہ ولی اللہ کے چشم و چراغ اور گل سرسبد حضرت علامہ مولانا اشیاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ اپنی رفیع سخن، شہر آفاق کتاب تحفہ اثنا عشریہ میں بھی امامی علماء کی خود ساختہ اس دعا کا تذکرہ کرتے ہیں، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ نطفہ برصغیر میں یہ منحوس کلمات بطور دعا ان کے ہاں صدیوں سے رائج ہیں۔ حضرت قبلہ شاہ صاحب رقم زن ہیں۔

”آ نکہ بعضے از فصحا کی ایساں دعائی وضع کردہ اندر لعن وطن خلفا ملاحہ و آں دعا را نسبت با میرالمؤمنین نمایند و گویند دعاء قنوت آ جنباب بود و آں دعائیت مشہور نزد ایساں بہ دعائی صمنی قریش، زیرا کہ در اں دعائین راء صمنی قریش یاد کردہ است، میگوید اللعن اللعن۔ الی آخر لہذا یان۔“ (تحفہ اثنا عشریہ فارسی صفحہ نمبر ۵۸، کید و بجاہ و ہفتم، مطبع نول کشور)

ترجمہ: ”ان رافضیوں میں کوئی حجب زبان (فصح اللسان) شخص ایسی دعا اپنی طرف سے گھڑ لیتا ہے کہ جس میں تینوں خلفاء راشدین کی شان میں گستاخی، دریدہ دہنی اور لعن طعن ہوتا ہے۔ وہ اس دعا کو حضرت علیؑ کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ آپ کی دعائے قنوت یہی تھی۔ انہی دعاؤں میں سے ایک وہ دعا بھی ہے جسے یہ لوگ ”دعاء صمنی قریش“ کے نام سے مشہور کیے ہوئے ہیں۔ کیونکہ اس دعا میں حضرات شیخین کریمینؑ کو ”قریش کے دہشت“ کا نام دیا گیا ہے۔“

بہر حال عبداللہ بن سباء نے اپنے یہودی آقاؤں کی وساطت سے جو بعض وعناد کی اینٹ رنص و بدعت کی بنیاد میں رکھی تھی آج اس بنیاد کے اوپر نفرتوں، عداوتوں اور رقابتوں کی ایسی عمارت کھڑی ہو چکی ہے کہ اس ”ایوان تکفیر“ کے دروہام سے سوائے لعنتوں اور گالیوں کے اور کوئی آواز سنانی نہیں دے رہی اور اگر اپنا بھرم رکھنے کے لیے یہ علم و کتاب کی جانب آتے بھی ہیں تو انہیں سبھی کچھ اہل سنت ہی کے ذخیرہ علم سے میسر ہوتا ہے تاہم ان کا کردار اس قدر ضرور ہے کہ یہ اہل سنت کتب کی عبارات میں کبھی ترمیم، کبھی تحریف، کبھی تحذیف اور کبھی تخریب کاری کے کرشمے دکھا دیتے ہیں اور رافضیانہ طمع سازی سے معافی و مغایہم اول بدل کر تلبیسات کے اندھیرے گہرے کرتے رہتے ہیں اور پھر اہل سنت ہی ان تلبیسی اندھیروں میں حقیقت کے چراغ روشن کر کے ان کے مکرو فریب کے پردے چاک کرتے ہیں۔

یاد رہے کہ مذکورہ تہرائی وظیفہ علامہ باقر مجلسی نے بھی اپنی معروف کتاب ”بحار الانوار“ جلد نمبر ۷۵ میں مزید اضافے کے ساتھ درج کیا ہے۔ علامہ موصوف چونکہ اپنی زہریلی طبیعت کی بناء پر شہرت رکھتے ہیں، چنانچہ دو، چار گالیوں سے اُن کے باطن کی آگ مشکل سے ہی بجھتی تھی۔ انہیں مجبوراً ایک آدھ صفحہ لعنتوں اور گالیوں کے لیے وقف کرنا پڑا تھا۔ اس لیے انہوں نے ”دعائے صمنی قریش“ بہت کچھ اضافہ کے ساتھ پیش کی ہے۔ اس کے علاوہ بھی شارحین کتب امامیہ نے اس پر تفصیلی بحث کر کے بزرگمذہب خلیفہ اپنا ایمان تازہ کیا ہے۔ جن الفاظ کو پڑھ کر گمے گذرے مسلمانوں کے ضمیر بھی تھڑا اٹھتے ہیں، وہی الفاظ امامی علماء کے ہاں اوراد و وظائف شمار ہوتے ہیں۔ ایک عرب عالم جناب ممدوح الحرمی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

دعاء صمنی قریش..... وقد اهتم علماء الشيعة الامامية بهذا الدعاء اهتماماً بالغاً، حيث قاموا بشرحه حتى بلغت شروحه اكثر من عشر شروح، منبم شرح الامام الكفعي في كتابه البلد الامين- والكاشافي في علم اليقين والنوري الطبرسي في فصل الخطاب، والطهراني الحائري في مفتاح الجنان، والكركي في نفحات الاهوت، والمجلسي في بحار الانوار، والتستري في احقاق الحق، والحائري في كتابه الزام الناصبي ”والمقصود بالناصبي: هو السني“ ووضعوا له كذباً وزوراً وبهتاناً فضائل ومحاسن، ومن هذه الفضائل ان من قراءة مسرة واحدة ”كتب الله له سبعين الف حسنة، ومحاعنه سبعين الف سيئة“ - ورفع له سبعين الف درجة، ويقضى له سبعون الف الف حاجة وان من يلعن ابا بكر وعمر في الصباح لم يكتب عليه ذنب حتى يمسي، ومن لعنهما في المساء ولم يكتب عليه ذنب حتى يصبح۔

(مُحْمَلُ عقائد الشيعة في ميزان اهل السنة والجماعة، صفحہ نمبر ۶۲۔ ۶۰۔ الطبعة

الاولیٰ ۱۴۳۲ھ۔ ۲۰۱۱ء۔ الفا۔ للنشر والتوزيع۔ مصر)

”اس دعاء صمنی قریش“ کا شیعہ امامیہ کے ہاں مکمل اہتمام کیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ جب اس کی شرح لکھتے بیٹھے تو کم و بیش دس شروحات میں اس کی تفصیل لکھ دی جن میں امام کفعمی کی کتاب ”البلد الامین“، کاشانی کی علم الحقین، نوری طبرسی کی ”فصل الخطاب“ طہرانی کی

”مفتاح الجنان“ کرکی کی نجات الاموت“ علامہ مجلسی کی بحار الانوار، قاضی شوہتری کی احقاق الحق اور حائری کی التزام الناصی وغیرہم شامل ہیں (اور ناصی سے ان کی مراد اُسی ہوتے ہیں) اور اس کے متعلق انہوں نے صریح کذب و جھوٹ پر مبنی فضائل و محاسن بھی گھڑ رکھے ہیں۔ مثلاً جو کوئی اس دعاء کو ایک بار پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے گناہ اعمال میں ستر ہزار نیکیاں درج کریں گے، ستر ہزار گناہ معاف ہوں گے، ستر ہزار درجات بلند ہوں گے اور ساتھ ساتھ ستر لاکھ حاجات بھی پوری ہوں گی اور جو کوئی حضرات شیخینؒ پر صبح کے وقت لعن طعن کرے گا، شام تک اس کے کھاتے میں گناہ درج نہیں ہوں گے اور شام کو ایسا کرے گا تو صبح تک گناہ نہیں لکھے جائیں گے۔ الخ“ بعض علماء عرب نے اس دعاء مردودہ کی شیعہ شروحات پر بھی بحثیں کی ہیں (مثلاً محمد بیوی نے اپنی کتاب ”تھیئذ الشیعہ وحمل یکن تقارہم مع اہل السنۃ، صفحہ نمبر ۳۶۳، مطبوعہ دار الفکر الحدید، مصر، وغیرہ میں)

کتاب ”نصیحۃ الشیعہ“ اور امامی ترجمان کی بے چینی

قارئین کرام! اب جس امامی ترجمان کو ہم سے واسطہ پڑا ہے۔ بد قسمتی سے کذب بیانی اور خلل دہنی میں وہ مکمل طور پر اپنے پیش روؤں کے قدم بقدم ہیں۔ جب انہیں دلیل کا جواب نہیں سوجھتا تو وہ کتابت کی غلطی یا کسی عالم کے تسامح و سبقت قلمی کو اپنے اعتراض کی بنیاد بنا کر ڈائلاگ مارنے پر اتر آتے ہیں اور جامعہ الکلوثر کے طلبہ میں اپنے آپ کو ”صدر المحققین“ کہلوا کر فخر محسوس کرتے ہیں۔ حضرت مولانا احتشام الدین رحمۃ اللہ صاحب مراد آبادی کی معروف کتاب ”نصیحۃ الشیعہ“ کے حصہ اول میں کتاب روضہ کافی کی ایک روایت درج کی گئی ہے۔ وہ عبارت اپنے سیاق و سباق کے لحاظ سے یوں ہے:

”علماء شیعہ یہ بھی جانتے ہیں کہ نجات کے لیے صرف محبت کافی ہے۔ یہی ایمان ہے، یہی عمل ہے، نماز روزہ کی بھی ضرورت نہیں۔ اسی لیے وہ اپنے عوام کو بجز فضائل لوحہ و شیون اور طعن صحابہؓ کے اور کچھ بھی نہیں سکھاتے۔ کافی، کتاب الروضہ میں بریر بن معاویہ سے روایت ہے

”قال ابو جعفر علیہ السلام وحمل الدین الالحب“ فرمایا امام باقر علیہ السلام نے، نہیں ہے دین مگر محبت۔ (نصیحۃ الشیعہ صفحہ نمبر ۲، طبع دینی ۱۳۵۵ھ عمدة الطالع کعبہ)

یہ کتاب ”نصیحۃ الشیعہ“ مولانا احتشام الدین مراد آبادی کے علم و فضل کا شاہکار ہے، اس کتاب کو تین حصوں میں منقسم کیا گیا ہے جس میں امامت، تقیہ، تحریف قرآن مجید اور فدک جیسے مباحث پہ سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔ اس کتاب کو بار و گرام امام اہل سنت حضرت علامہ مولانا عبدالشکور

فاروقی لکھنوی۔ آہ!

زباں پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے میری زباں کے لیے

آپؐ نے کچھ حواشی کے ساتھ اپنے مطبع سے شائع کروایا تھا اور قیام پاکستان کے بعد یہ کتاب مکتبہ صدیقیہ ملتان نے شائع کی تھی۔ مولانا احتشام الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے شیعہ مذہب کی مندرجہ بالا روایت درج کرتے ہوئے ایک راوی ”یریر بن معاویہ“ درج کیا ہے۔ ہمارے مخاطب امامی ترجمان کا کہنا ہے کہ راوی کا نام ”نمید بن معاویہ“ ہے۔ ان کے بقول علماء اہل سنت تحقیق کے میدان میں جان کا ہی اور جگر کا دی نہیں کرتے، بس ایک دوسرے سے دیکھا دیکھی لکھتے چلے جاتے ہیں۔ اس ضمن میں ہم پہلی بات تو اپنے مخاطب کے علمی ظرف کے مطابق یہ کہیں گے کہ آپ کے اسی اعتراض کردہ سطور ہی میں لکھا ہوا ہے کہ

”سلفی صاحب کے ممدوح امام اہل سنت عبدالشکور لکھنوی نے ایک غیر مقلد عالم احتشام الدین مراد آبادی کی ایک کتاب ”نہجۃ الشیعہ“ کو اپنے ”مملوکہ“ مطبع۔ الخ۔ (العارف نومبر ۲۰۱۳ء، صفحہ نمبر ۴۷) اگر ہم کہیں کہ آپ نے لفظ مملوکہ کو ”مملوکہ“ درج کیا ہے اور پھر ساتھ ہی لفظی کرنے اور کلونج اندازی کرنے بیٹھ جائیں کہ صاحب یہ ہے جامعہ الکلوثر کا جاہل مطلق ”صدر الحقیقین“ کہ جسے ”مملوکہ“ لکھنا بھی نہ آیا..... تو ظاہر ہے علمی دنیا میں ہماری یہ بات لائق تسلیم اس لیے نہیں ہوگی کہ یہ کتابت کی غلطی ہے اور تصحیح کرنے والے کی زیادہ زیادہ غفلت یا بھول چوک کہی جائے گی۔ بالکل ایسے ہی لفظ یزید اور ”نمید“ چونکہ رسم الخط میں کافی تک مماثلت رکھتے ہیں تو بہت ممکن ہے یہ کاتب کی لغزش ہو۔ علاوہ ازیں اس کتاب ”نہجۃ الشیعہ“ کے صفحہ نمبر ۶۸ پر کتاب الروضہ، کافی کی روایت میں ”یزید بن معاویہ“ کی روایت لائی گئی ہے۔ نیز شیعہ راویوں میں نمید بن معاویہ کے علاوہ آخر ”یزید“ نام کے راوی بھی تو کافی سارے موجود ہیں جن کی روایات کتب اربعہ کے اندر ہیں مثلاً یزید بن عبداللہ یزید کناسی، یزید بن حماد، یزید بن حاطب، یزید بن زعمہ، یزید بن السکن الانصاری، اور یزید بن نوریہ حارثی وغیرہ وغیرہ، تو ایسے میں بالفرض کوئی ”نمید“ لکھنے میں ”یزید“ سے بدل گیا ہو تو اس میں آپ کو فائدہ کیا ہے اور ہمیں نقصان کیا ہے؟ بلکہ ہم سمجھتے ہیں امامی ترجمان نے یہ اعتراض کر کے اپنی ہی شررگ پہ نشتر زنی کی ہے کیونکہ راوی یزید نہ سہی، نمید ہی سہی، مگر باپ تو ”معاویہ“ ہی

ہے۔ معلوم ہوا معاویہؓ سے آپ کی جان کی خلاصی آج تک نہ ہو سکی اور نہ کبھی ہو سکے گی۔ زیادہ سے زیادہ اسے کتابت کی غلطی کی تصحیح کا مشورہ دے دینا چاہیے تھا، تاکہ ایک مناسب بات ریکارڈ پہ آ جاتی، مگر ہمارے مخاطب موصوف کو تو شیخی بکھارنے کا موقع مل گیا، یہ الگ بات ہے کہ وہ اسی موقع پر ہی اپنا سبھی کچھ کنوا بیٹھے۔ وہ لکھتے ہیں:

”محققین کی تحقیق کی داد دیجیے کہ یہ عجیب انداز ہے کہ ایک محقق نے یزید بن معاویہ کو دید و دانستہ ”یزید بن معاویہ“ بنا ڈالا تاکہ یہ باور کیا جاسکے کہ شیعہ بھی یزید بن معاویہ سے روایت لیتے ہیں اور اس کی روایت پہ اعتماد کرتے ہیں، اس طرح کے بے بنیاد الزامات لگا کر اہل تشیع کو بدنام کیا جائے لیکن ہر قاری اس وقت محو حیرت ہوتا ہے جب دوسرے محقق ”امام اہل سنت“ کی انوکھی تحقیق کا مطالعہ کرتا ہے، انہوں نے یہ بیچ لگائی کہ یہ یزید بن معاویہ قاتل حسین نہیں ہے، معلوم ہوا کہ یہ صاحب بھی یزید ہی کو قاتل حسین ٹھانتا جانتے تھے، ویسے پروپینکٹڈ کے لیے شیعوں پر قتل کا الزام لگاتے ہیں۔“ (العارف لاہور ستمبر ۲۰۱۷ء، نومبر ۲۰۱۷ء)

موصوف کی اپنی عبارت میں ہی ان کا جواب موجود ہے۔ وہ یوں کہ جب امام اہل سنت علامہ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے خود ہی وضاحت فرمادی کہ یہ ”یزید قاتل حسین رحمۃ اللہ علیہ نہیں ہے“ تو یہ اعتراض خود بخود رفع ہو گیا کہ مصنف ”نصیحۃ الشیعہ“ نے اہل تشیع کے ذمہ بدنامی لگانے کے لیے یزید بن معاویہ لکھا تاکہ باور کر دایا جاسکے کہ شیعہ بھی یزید سے روایت لیتے ہیں۔ یہ نہایت احتقانہ اعتراض ہے۔ یزید بن معاویہؓ سے خود اہل سنت محدثین نے روایت نہیں لی تو انہیں آپ کی فکر کی کیا ضرورت تھی کہ جن کے امت مسلمہ پر یزید جتنے ہی مظالم کی داستانیں موجود ہیں۔

”نصیحۃ الشیعہ“ کا ایک شیعہ رد، جس نے امامیوں کو شرمندہ کر دیا

ہمارے مخاطب موصوف کو اگر اپنے اوپر مہارت فن کا زعم ہو ہی گیا تھا تو پھر قرین انصاف یہ تھا کہ وہ اپنے اسلاف کا وہ کارنامہ بھی بطور فخر بیان کر دیتے جنہوں نے کتاب ”نصیحۃ الشیعہ“ کا جواب لکھنے کی سعی کی تھی، اور جواب لکھنے والوں کو اس قدر اپنی پست ہمتی کا احساس تھا کہ انہوں نے جوابی کتاب پر بطور مصنف اپنا نام تک لکھوانا گوارا نہ کیا۔ اب ہماری نوکِ قلم پہ یہ بحث آ ہی گئی تو نامناسب نہ ہوگا کہ ہم اس پر قدرے روشنی ڈال دیں کہ جوش و تہقن سے لکھی جانے والی اس کتاب، اس کے مصنف اور قابعین کا معیار کیا رہا؟ (جاری ہے)

ترتیب و اطاعت و حواشی: مولانا حافظ عبدالجبار سلتی

[کنز مدفون]

مکاتیب قائد اہل سنت

(سلسل)

نوٹ: حضرت قائد اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ کے مکاتیب کا سلسلہ جاری ہے۔ بعض خطوط معاصرین کے اور بعض مسرشدین کے نام ہیں، مریدین کے نام اصلاحی مکاتیب چونکہ تربیت کے حوالہ سے ہوتے ہیں۔ اور تربیتی دور میں سالکین کو اپنے شیخ سے زبرد توخ بھی ہوتی ہے۔ اس لیے جو خطوط سالکین و مریدین کے نام ہیں، ان کو شائع کرتے وقت مکتوب الیہ کا نام نہیں لکھا جائے گا اور حسب ضرورت بعض جگہ الفاظ کو حذف بھی کیا جائے گا البتہ جو حضرات اپنے نام سے ہی شائع کروانے پر راضی ہوں، تو ان کی رضا معتبر ہوگی اور ان کے نام سے ہی وہ خط شامل اشاعت ہوگا۔ قارئین سے التماس ہے کہ جس کے نام حضرت قائد اہل سنت کا کوئی خط موجود ہو تو وہ اصل یا صاف سُخری فوٹو کا پی ارسال فرما کر اس کا ذخیرہ کا حصہ بنیں۔ (ادارہ)

بنام مولانا مخلص عبداللہ (بلکسر) ^(۱)

(۲۱۳) سائل: بخند مت حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

درج ذیل باتوں کی تحقیق مطلوب ہے۔

① اگر کوئی سودی رقم موجود ہو تو اس کا کیا کیا جائے؟

② اگر بے ریش لڑکا اذان دے تو کیا اذان واجب الاعادہ ہوگی؟

③ مولوی محمد بشیر صاحب سے میں نے سوالات کیے تھے مگر وہ ٹال مٹول کر گئے۔ ان کا

کوئی مسلکی روپ متعین نہیں ہے۔ تمہا بہادر کے ساتھیوں نے بھی اسے آئندہ جلسہ میں نہ آنے کا کہہ دیا ہے لیکن آپ بھی اگر اس کو سمجھا دیں تو ان کو ہمارے جلسوں میں آکر لوگوں کے عقائد خراب کرنے کا موقع نہ ملے گا۔

والسلام

(۱) تحریک خدام اہل سنت چکوال کے امیر، مرکزی جامع مسجد بلکسر کے منتظم و خطیب، سُنی تحریک اطلبہ کے بنیادی محرک، قائد اہل سنت کے دیرینہ عقیدہ مند اور مذہبی، سیاسی و تحریکی اعتبار سے فعال شخصیت ہیں۔

(جواب)

سلام مسنون!

① بچکوں کا معاملہ صحیح شرعی معیار پہ نہیں ہے لہذا پرہیز بہتر ہے۔ سودی رقم مسجد پر تو بالکل ہی نہ لگائی جائے اور نہ ہی مدرسہ پر! البتہ رفاہ عامہ کے لیے سڑکوں، گلیوں وغیرہ پر لگا دی جائے اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ کسی مستحق نادار کو بھی دی جاسکتی ہے مگر اس شرط کے ساتھ کہ ثواب کی امید بالکل نہ رکھی جائے۔ واللہ اعلم۔

② بے ریش کی اذان کا اعادہ کرنے کی ضرورت نہیں، اذان ہو جاتی ہے۔ تاہم کسی بے ریش کو مستقل طور پر موذن بنالینا مناسب نہیں ہے۔

③ میں تو مولوی بشیر کو نہیں جانتا، آپ نے ٹھیک کہا ہے۔

والسلام..... خادم المل سنت مظہر حسین غفرلہ

۱۲ جمادی الثانی ۱۴۱۲ھ

(۲۱۳) سائل! بخدمت حضرت اقدس مدظلک۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

① عرض ہے کہ ماہ رمضان المبارک میں ”جشن نزول قرآن“ کے سلسلہ میں تقریب منعقد کی جاسکتی ہے؟ لفظ جشن میں کوئی قباحت تو نہیں؟

② سنی تحریک الطلبہ کا ایک اجلاس بروز بدھ امدادیہ مسجد میں احباب نے منعقد کیا ہے۔ جس میں قاری نور عالم صاحب خطاب کریں گے۔

③ کل صبح کالج کی دیوار پر لکھائی کی جائے گی۔ ان شاء اللہ۔

والسلام

سلام مسنون!

① جشن کی بجائے کوئی اور لفظ ہو جائے تو بہتر ہے کیونکہ عرفاً یہ لفظ ہر جائز و ناجائز موقع مسرت پہ استعمال ہوتا ہے۔

② ٹھیک ہے، سنی تحریک الطلبہ کا اجلاس ہونا چاہیے۔

③ لکھائی بہت ضروری ہے۔

والسلام..... خادم المل سنت مظہر حسین غفرلہ

۶ رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ

(۲۱۵) سلام مسنون!

میری صحت کمزور ہونے کی وجہ سے آپ کے ساتھ تا حال ملاقات نہ ہو سکی، آپ روزانہ دفتر آتے جاتے رہیں، باقی طلبہ کا بھی آنا جانا رہے گا۔ افتخار صاحب دو مقامات پر گئے تھے، پھر ان کو کھاریاں جانا ہے۔ اس وقت ضرورت ہے کہ طلبہ کو مضبوط کیا جائے۔ منظم کیا جائے اور تحریک کے مقاصد سمجھائے جائیں۔ آپ بھی ان کے ساتھ چلے جائیں تو آپ دوسرے طلبہ سے مل کر پروگرام بناسکیں گے۔ ابھی نائب ناظموں کا انتخاب باقی ہے، سوچ رہا ہوں۔ والسلام..... خادم اہل سنت

(۲۱۶) سلام مسنون!

① ان شاء اللہ جلسہ میں حاضری کی کوشش کروں گا۔ مدعوین ٹھیک ہیں۔ پرچم ٹھیک ہے، ایک پرچم اس قسم کا تیار کروالیں تو پھر صحیح اندازہ ہو سکے گا۔

②..... کا خط پڑھا، وہ جذباتی آدمی ہے۔ اسے یہ معلوم نہیں کہ ہر جگہ کی اپنی مشکلات ہوتی ہیں۔ افراد سازی کوئی آسان کام نہیں ہے۔ پہلے اب تک مولوی عبدالحی صاحب سے زوٹھا رہا ہے اور شکایتیں کرتا ہے۔ گوجرانوالہ کے اجلاس میں بھی اس لیے نہیں آیا کہ مولوی..... نے ایک قاری صاحب کو ہٹا دیا تھا۔ والسلام..... خادم اہل سنت

(۲۱۷) برادر مخلص عبد اللہ صاحب۔ سلام مسنون۔

حالات معلوم ہوئے۔ آپ کھچیاں جائیں اور حالات کا جائزہ لے لیں، کسی کے ناظم ہونے کا فیصلہ ابھی نہ کریں۔ مولوی حبیب بخش اور قاری جاوید کی باہمی مخالفت ہے۔ یہ کس طرح اکٹھے نہیں ہو سکتے۔

②..... کی کانفرنس میں ہمارا جانا ٹھیک نہیں، یہ محض سیاسی دکھاوا ہے۔ ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ کام کیسا ہو رہا ہے؟ گوجرانوالہ کے کسی بندے نے بتایا کہ کانفرنس کے صرف اشتہاروں پر چھپیں ہزار روپے خرچ کیے گئے ہیں۔ اللہ اعلم۔ اللہ تعالیٰ فتنوں سے محفوظ رکھیں۔ آمین۔

والسلام..... خادم اہل سنت غفرلہ

(۲۱۸) سلام مسنون!

کل مولانا جملہ کے ساتھ پرچم کے متعلق بات ہوئی تو انہوں نے پسند کیا، البتہ آپ کے تجویز کردہ ج کے بارے انہوں نے یہ اشکال پیش کیا کہ صرف ”یا اللہ مدد“ کا عنوان تو کوئی بھی اختیار کر سکتا ہے۔ ہماری شناخت ”حق چار یار“ ہے۔ اس لیے ہم نے وہ رستہ اختیار کرنا ہے جسے باقی جماعتیں چھوڑ چکی ہیں۔ اس لیے ”حق چار یار“ اور دونوں اطراف میں اصلی کلمہ اسلام مکمل آجائے۔ باقی سنی تحریک الطلبہ کا اجلاس ٹھیک رہے گا، اس میں دونوں فریقوں کو بلا لیا جائے تاکہ یہ تفریق ختم کر کے اپنا کام شروع کیا جاسکے۔ مجھے بھی کوئی وقت فارغ ملتا ہے تو ان شاء اللہ مخصوص اجلاس بلاؤں گا۔ والسلام..... خادم اہل سنت غفرلہ..... یکم ربیع الاول ۱۴۴۰ھ

نوٹ: اگلے ماہ سے ان شاء اللہ مولانا محمد یعقوب الحسنی رضی اللہ عنہ ہر نوی ضلع میانوالی کے نام قائد اہل سنت کے مکاتیب شائع ہوں گے۔

(بقیہ صفحہ نمبر ۴۹)

اجلاس میں بزم حق چار یار میرن کی کارکردگی اور سرگرمیوں پر مسرت کا اظہار کرتے ہوئے جناب طارق بلوچ کی خدمات کو سراہا گیا خصوصاً بزم حق چار یار میرن لائیو چیٹ کو کامیابی سے چلانے پر اطمینان کا اظہار کیا گیا اور نئے شاہ خوان کو لائیو چیٹ پر پر فارم کرنے کے لیے طارق بلوچ صاحب سے رابطہ کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ اجلاس میں مشاورت:

شاہ خوان رسول:	جناب شہاب الدین مروت	صدر ضلع اسلام آباد
شاہ خوان مصطفیٰ:	جناب قاری مطیع الرحمن فاروقی	صدر ضلع راولپنڈی
شاہ خوان حبیب:	جناب قاری عابد قریشی	صدر ضلع ہری پور
شاہ خوان مصطفیٰ:	عبدالحمید خدائی	کلور کوٹ
	ساجد خان سیال۔	صدر ضلع خانیوال

مولانا عبدالرزاق صدیقی۔ سرپرست بزم حق چار یار جنوبی پنجاب۔

مقرر کرنے کا اعلان کیا گیا ہے دیگر اضلاع میں صدور کی تقرریوں پر مشاورت جاری ہے۔

جاری کردہ: لیاقت حسین فاروقی (صدر بزم حق چار یار پاکستان)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور علماء دیوبند کا موقف

حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی زید مجدہؒ

یوں تو علوم و فنون، تہذیب و تمدن، صنعت و حرفت اور وہ تمام چیزیں جن کی انسانی زندگی میں ضرورت پیش آتی ہے ان کی تکمیل و تکمیل فرائض میں داخل ہے۔ لیکن ان تمام فرائض میں نفوس انسانی کی تہذیب و تکمیل سب سے اہم اور ضروری فرض ہے۔ اسی لیے دنیا میں انسان اول حضرت آدم علیہ السلام ہی اس ذمہ داری سے گراں بار ہو کر تشریف لائے، پھر یہ سلسلہ ترقی کرتا ہوا خلاصہ کائنات نبی آخر الزماں ﷺ کی ذات اقدس تک پہنچ کر ابدالاً بادتک کے لیے مکمل ہو گیا۔ الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ۔

اب اگر یہ پوچھا جائے کہ اس تہذیب و تمدن اور اخلاقی فاضلہ کے آخری علم بردار نے نفوس انسانی کی تہذیب میں کون سا کمال کر دکھایا؟ تو جواباً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ان مقدس شخصیات کو پیش کر دیا جائے گا جو آپ ﷺ کے اخلاق و اعمال کے مظہر اتم، آپ کی تعلیم و تربیت کی واضح مثال، آپ کے ارشاد و ہدایت کے مخاطب اول اور آپ کے فیض محبت سے شب و روز بہرہ اندوز تھے، یہ مقدس جماعت، رسول خدا اور خلق خدا کے درمیان خدا تعالیٰ کا ہی عطا کیا ہوا وہ واسطہ ہے جس کے بغیر نہ اللہ کا نازل کردہ قرآن ہاتھ آ سکتا ہے، نہ رسول اللہ ﷺ کا بیان کردہ بیان قرآن لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَآذِلَ الْيَوْمِ۔

یہ مقدس جماعت دین مستقیم کی امین و محافظ، سنت نبوی کی پاسبان اور اسوۂ رسالت کا مجسم نمونہ تھی اور اس کی سیرت، سیرت النبی کا پرتو ہے، اس قدسی صفات جماعت نے تعلیمات نبوی کو اپنے زن و فرزند اور اپنی جان و مال سے زیادہ عزیز رکھتے ہوئے اپنا سب کچھ قربان کر کے دنیا کے گوشے گوشے میں من و عن و بلا کم و کاست پہنچایا ہے، اس مقدس جماعت کی تنقیص و تنقید نہ صرف یہ کہ ان

کی شان میں گستاخی ہے۔ بلکہ اصول دین سے اعتماد ختم کرنے اور قرآن و سنت کو نعوذ باللہ۔ ناقابل اعتبار قرار دینے کے مترادف ہے۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ذات پر اعتماد نہیں ہوگا تو پھر ان کے واسطے سے پہنچنے والا قرآن کریم اور ان سے مروی احادیث کا ذخیرہ کیوں کر معتبر ٹھہرے گا؟ اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْهُ۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور علماء دیوبند

جماعت علماء دیوبند نہ کوئی نیا فرقہ ہے اور نہ ہی وقت و حالات کی پیدا کردہ نئے عقائد و خیالات کی حامل کوئی جماعت، بلکہ یہ اہل السنۃ والجماعۃ ہی ہیں جن کا مرکز تعلیم ”دیوبند“ ہے، یہ قول حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب قدس سرہ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند: ”ان کا واحد نصب العین کتاب و سنت کی روشنی میں امت کو اسی مزاج پر برقرار رکھنا ہے جو مزاج نبی اکرم ﷺ نے اپنے فیضانِ صحبت و ارشاد سے حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے تابعین رضی اللہ عنہم میں اور انھوں نے اپنے مابعد کے طبقات میں سلسلہ بہ سلسلہ، زمان بہ زمان، مکان بہ مکان پیدا فرمایا تھا۔“

اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شخصیات کے بارے میں علماء دیوبند کا موقف ہی کیا، ان کے کسی بھی عقیدے اور نظریے کو جاننے کے لیے اہل السنۃ والجماعۃ کی کوئی بھی مستند و معتبر اور جامع کتاب دیکھ لی جائے اس میں اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد، حنفی فقہ و اصول فقہ، احسان و تصوف اور تزکیہ اخلاق کے حوالے سے جو کچھ درج ہوگا، وہی علماء دیوبند کے عقائد و مسائل ہوں گے اور احسان و تصوف ہوگا، انبیاء کرام رضی اللہ عنہم، حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رضی اللہ عنہم اور امت کے جن جن اولیاء عظام رضی اللہ عنہم کی علمی قدر و منزلت پر جمہور امت کا اتفاق ہے وہی شخصیات علماء دیوبند کے لیے مثال اور نمونہ ہیں۔

اس لیے ان سطور میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حوالے سے جو کچھ عرض کیا جا رہا ہے اس کی حیثیت ”قد کمرز“ کی ہے اور یہ مُشک ہے جو کمر رگڑا جا رہا ہے، تاکہ امت اس خوشبو سے معطر ہو اور نجوم ہدایت پر اہل زلف و ضلالت کے اٹھائے ہوئے غبار کو چھانٹا جا رہا ہے، تاکہ گم گشتہ گان راہ اپنی منزل مقصود کا پتہ لگا سکیں، اَصْحَابِیْ کَالنَّحْوِمْ بِاَیِّہِم اَفْتَدِیْتُمْ اَهْتَدِیْتُمْ۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تاریخی روایات اور علماء دیوبند

احوال زمانہ سے عبرت حاصل کرنا، انقلابات جہاں سے دنیا کی بے ثباتی کا سبق لے کر فکر آخرت کو مقدم رکھنا، اللہ تعالیٰ کے انعامات و احسانات کا استحضار، انبیاء و صلحاء امت کے احوال سے قلوب کو منور کرنا اور کفار و فجار کے انجام بد سے نصیحت حاصل کرنا وغیرہ فن تاریخ کے فوائد ہیں جو واقعات نگاری اور احوال ماضیہ کو بیان کرنے کا نام ہے، اس لیے اسلام میں اس کی بڑی اہمیت ہے، اس کی اہمیت کے لیے تو یہی کافی ہے کہ قصص و تاریخ، قرآن کریم کے پانچ علوم میں سے ایک ہے اور اس کا وہ حصہ جس پر حدیث نبوی کے صحت و سقم کو پہچاننے کا مدار ہے، اس اہمیت کے باوجود تاریخ کا یہ مقام نہیں ہے کہ اس سے عقائد کے باب میں استدلال کیا جائے، یا حلال و حرام کی تعیین میں حجت قرار دیا جائے، یا قرآن و سنت اور اجماع امت سے ثابت شدہ مسائل میں تاریخی روایات کی بنا پر شکوک و شبہات پیدا کیے جائیں، اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تاریخی روایات کے باب میں علماء دیوبند کا موقف جمہور امت کے مطابق یہ ہے کہ:

(۱) چوں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عام افراد امت کی طرح نہیں ہیں، بلکہ یہ حضرات، رسول خدا اور خلق خدا کے درمیان خدا تعالیٰ کا ہی عطا کیا ہوا ایک واسطہ ہیں، یہ از روئے قرآن و حدیث ایک خاص مقام رکھتے ہیں، اس لیے ان کے مقام کی تعیین تاریخ سے نہیں، قرآن و سنت سے کی جائے گی۔

(۲) چوں کہ قرآن کریم کی دسیوں آیات میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات مصرح مذکور ہیں، اس لیے تاریخی روایات ان کے معارض قطعاً نہیں ہو سکتیں۔

(۳) یہ ان احادیث صحیحہ ثابتہ کے بھی معارض نہیں ہو سکتیں جن کے جمع و تدوین میں وہ احتیاط برتی گئی ہے جو احتیاط تاریخ میں نہیں کی گئی اصول حدیث کے معروف امام امام ابن صلاح لکھتے ہیں:

”وَعَالِبٌ عَلَى الْأَحْبَارِ يَنْ الْأَكْثَرَ وَالتَّخْلِيطُ فِي مَا يَرُونَهُ“ (علوم الحديث، ص: ۲۶۳)

”مؤرخین میں یہ بات غالب ہے کہ روایات کثیرہ جمع کرتے ہیں جن میں صحیح و سقیم ہر طرح

کی روایات خلط ملط ہوتی ہیں۔“

(۴) پھر یہ مسئلہ عقائد اسلامیہ سے متعلق ہے اور جمہور امت نے کتب عقائد میں اپنے اپنے

ذوق کے مطابق مفصل یا مجمل اس کا ذکر کیا ہے، اس لیے اس کا مدار قرآن و سنت پر ہی رکھا جاسکتا ہے نہ کہ تاریخ کی خلط ملط روایات پر۔

عدالت صحابہ رضی اللہ عنہم اور علماء دیوبند

عدالت اور عدل کے معنی کی فقہاء و محدثین نے مختلف تعبیریں کی ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ عادل وہ شخص ہے جو مسلمان عاقل بالغ ہو، کبار سے مجتنب ہو، صغائر پر اصرار نہ کرتا ہو، نیز صغائر کا عادی بھی نہ ہو، حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ شرح النجۃ میں فرماتے ہیں:

وَالْمُرَادُ بِالْعَدْلِ مَنْ لَهُ مَلَكَ تَحْمِلُهُ عَلَى مَلَازِمَةِ التَّقْوَى وَالْعُرْوَةِ وَالْمَرَادُ بِالتَّقْوَى اجْتِنَابُ الْأَعْمَالِ السَّيِّئَةِ مِنْ شُرُكٍ، أَوْ فَسَقٍ، أَوْ بَدْعٍ۔ (شرح النجۃ، ص: ۲۴-۲۵، طبع دیوبند)

”عدل سے مراد وہ شخص ہے جسے ایسا ملکہ حاصل ہو جو اسے تقویٰ اور مروت کی پابندی پر براہین کرے اور تقویٰ سے مراد شرک، فسق اور بدعت جیسے اعمال بد سے اجتناب ہے۔“

عدالت صحابہ رضی اللہ عنہم کے حوالے سے جمہور اہل السنۃ والجماعۃ کے شانہ بہ شانہ علماء دیوبند کا موقف یہی ہے کہ:

”الضَّحَابَةُ كُلُّهُمْ عَدُولٌ مَنْ لَا بَسَ الْفِتْنِ وَغَيْرُهُمْ۔“

”صحابہ سب کے سب عادل ہیں جو اختلافات کے فتنے میں مبتلا ہوئے وہ بھی اور دوسرے بھی۔“

علماء دیوبند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت و جلالت میں کسی تفریق کے بھی قائل نہیں کہ کسی کو لائق محبت سمجھیں اور کسی کو۔ معاذ اللہ۔ لائق عداوت، کسی کی مدح میں رطبُ اللسان رہیں اور کسی کے حق میں تیرائی بن جائیں، ان کے نزدیک تمام صحابہ شرفِ صحبت میں یکساں ہیں، البتہ باہم فرقی مراتب ہے اور یہی جمہور کا قول معتبر ہے۔

وَالْقَوْلُ بِالْتَعْمِيمِ هُوَ الَّذِي صَرَحَ بِهِ الْحَمْهُورُ وَهُوَ الْمَعْتَبَرُ۔ (تسلیب الراوی، ص ۴۰)

پھر علماء دیوبند ان میں سے کسی کی شان میں گستاخی تو بہت دور کی بات رہی کسی ادنیٰ سی ایسی بات کو بھی روا نہیں رکھتے جو ان کے منصب و عظمت کے شایانِ شان نہ ہو، اس لیے اگر کوئی صحابہ رضی اللہ عنہم کے سلسلے میں یوں ہرزہ سرائی کرتا ہے کہ:

”کچھ صحابہ فاسق ہیں جیسا کہ ولید (بن عقبہ) اور اسی کے مثل کہا جائے گا معاویہ، عمرو، مغیرہ اور شعبہ کے حق میں۔“ (کہ معاذ اللہ وہ بھی فاسق ہیں) (نزل الابرار: ۹۴/۲) یا کوئی اپنے قلب کا ضلال یوں ظاہر کرتا ہے:

”عائشہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑ کر مرتد ہوئی اگر بے توبہ مری تو کافر مری (العیاذ باللہ) اور صحابہ کو پانچ پانچ حدیثیں یاد تھیں ہم کو سب کی حدیثیں یاد ہیں، صحابہ سے ہمارا علم بڑا ہے صحابہ کو علم کم تھا۔“ (کشف المحجوب، ص: ۲۱)

یا کوئی یوں زبان تنقیص دراز کرتا ہے:

”ان میں ایسے لوگ بھی ہو سکتے تھے اور فی الواقع تھے جن کے اندر تزکیہ نفس کی اس بہترین تربیت کے باوجود کسی نہ کسی پہلو میں کوئی کمزوری باقی رہ گئی تھی، یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا اور یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ادب کا کوئی لازمی تقاضہ بھی نہیں ہے کہ اس کا انکار کیا جائے۔“ (خلافت و ملکیت، ص: ۲۸۳)

یا کسی کی ہفوات کا ظہور یوں ہوتا ہے:

”عثمان، معاویہ اور یزید، سب ایک ہی درجے کے ظالم و مجرم تھے، بقیہ صحابہ یا تو شیخین کے گروپ کے تھے اور اقتدار تک پہنچنے کے ان کے مقصد کی تکمیل میں شریک بن گئے تھے، یا وہ شیخین اور ان کے حامیوں سے خائف تھے، شیخین کے خلاف کوئی بات زبان پر لانے کی کسی میں ہمت نہ تھی۔“ (مزید دیکھئے، شمینی، کشف الاسرار، ص: ۱۱۲-۱۲۰)

تو اس قسم کی تمام تر ہرزہ سرائیوں سے علماء دیوبند، بلکہ تمام اہل السنۃ والجماعۃ نہ صرف یہ کہ اظہار برأت اور ان کی مذمت کرتے، بلکہ اس طرح کے خیالات رکھنے والوں کے اسلام کو مشکوک مانتے اور اس ہرزہ سرائی کو زندہ گرا دیتے ہیں اور فرمان رسول اللہ ﷺ:

”اِذَا رَأَيْتُمُ الَّذِينَ يَسْبُونَ اَصْحَابِي فَقُولُوا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلٰی شَرِكِم“ (جمع الفوائد: ۴۹۱/۲)

”جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو برا کہتے ہیں تو تم کہہ دو کہ خدا کی لعنت ہو اس پر جو تم میں بدتر ہے۔“

کی روشنی میں ایسے لوگوں کو مستحق لعنت شمار کرتے ہیں، امام مسلم رحمہ اللہ کے استاذ امام ابو زرعہ عراقی فرماتے ہیں:

”جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ کسی صحابی کی تنقیص کر رہا ہے تو سمجھ لو کہ وہ زندہ بقی ہے، اس

لیے کہ ہمارے نزدیک رسول اللہ ﷺ حق ہیں، قرآن حق ہے، قرآن و سنت ہم تک پہنچانے والے یہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں، یہ تحقیق کرنے والے، ہمارے گواہوں کو مجروح کرنا چاہتے ہیں، تاکہ کتاب و سنت کو باطل کریں، لہذا خود ان کو مجروح کرنا زیادہ مناسب ہے، یہ زندیق ہیں۔“ (الکفایہ، خطیب بغدادی، ص: ۳۹ حیدر آباد، دکن)

الغرض علماء دیوبند اور تمام اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک عدالت صحابہ رضی اللہ عنہم کے مسئلہ پر امت کا اجماع ہے، اس میں کسی شک و شبہ کی قطعاً کوئی راہ نہیں، پھر یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہنی چاہیے کہ لفظ ”سب“ عربی زبان کے اعتبار سے صرف فحش کلامی اور گالی گلوچ کو ہی نہیں کہتے، بلکہ ہر ایسا کلام جس سے کسی کی تحقیق و توہین یا دل آزاری ہوتی ہے وہ لفظ ”سب“ میں داخل ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم معصوم نہیں!

عدالت صحابہ رضی اللہ عنہم کے مسئلے میں مذکورہ بالا وسعت اور عموم کے باوجود ہم ان کو معصوم نہیں کہتے، البتہ انہیں محفوظ من اللہ مانتے ہیں جو ولایت کا انتہائی مقام ہے جس میں بشارتِ ایمان، جو ہر نفس بن جاتی ہے اور تقویٰ باطن ہمہ وقت مدد کر رہتا ہے، اس میں امکان معصیت رہتا ہے اور معصیت کا صدور ہوا بھی ہے، لیکن اس میں تقاضائے بشری اور بیرونی عوارض کا فرما رہے، دوائی قلب کا دخل نہ رہا تھا اور اس صدور معصیت سے ان کی باطنی بزرگی اور باطنی تقویٰ کو جس کی اللہ تعالیٰ نے شہادت دی ہے ہم نہیں کیا جاسکتا: وَالَّذِينَ لَهُمْ نُصْرَةٌ مِنَ اللَّهِ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ إِلَى التَّقْوَىٰ وَكُلُّهُمْ أَوْسَىٰ وَأَهْلِيهَا۔

ایک شبہ کا ازالہ

البتہ یہاں ایک غلط فہمی پیدا ہو سکتا ہے، وہ یہ کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چھوٹے بڑے سب کے سب صرف روایت حدیث میں نہیں، بلکہ زندگی کے تمام معاملات میں عادل ہیں اور عدالت کے مفہوم میں کبار شرک و فسق اور بدعت وغیرہ سے اجتناب شامل ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم معصوم بھی نہیں، ان سے صدور معصیت ہوا ہے جس پر آپ ﷺ نے حدود بھی جاری فرمائی ہیں، تو پھر ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر عدالت کا مفہوم کیوں کر صادق آ سکتا ہے؟

اس سلسلے میں علماء دیوبند اور اہل السنۃ والجماعۃ کا واضح جواب یہ ہے کہ یہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے معصیت کا صدور ہوا، لیکن معصیت، عدالت کے لیے نقصان دہ اس وقت ہے، جب کہ اس سے توبہ

نہ کی گئی ہو یا اللہ تعالیٰ نے از خود معاف نہ کر دیا ہو اور امت کے عام افراد کے حق میں یہ معلوم نہیں ہو پاتا کہ ان کے گناہ کی معافی ہوئی یا نہیں، اس لیے جب تک وہ توبہ نہ کر لیں اور توبہ پر ثابت قدمی ظاہر نہ ہو جائے ان کو ساقط العداوت ہی مانا جائے گا، مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معاملہ ایسا نہیں ہے، کیوں کہ:

(۱) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قلوب میں جو خوف و خشیت اور معاصی سے تنفر راسخ ہے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہم یہ گمان رکھیں کہ انھوں نے ضرور توبہ کر لی ہوگی اور بعض کا توبہ کرنا قطعی دلائل سے معلوم بھی ہے ان کا حال یہ ہے کہ وہ صرف زبانی توبہ پر اکتفا نہیں کرتے، بلکہ کوئی اپنے آپ کو رجم جیسی سخت ترین سزا کے لیے پیش کر دیتا ہے، کوئی اپنے آپ کو مسجد کے ستون سے باندھ دیتا ہے اور جب تک قبول توبہ کا اطمینان نہیں ہو جاتا اس کو صبر نہیں آتا۔

(۲) ہمارا خیال ہے کہ ان کے حسنات، دین متین کے تئیں ان کی قربانیاں اور ان کی رسول اللہ سے محبت و نصرت اتنی عظیم اور بھاری ہے کہ عمر بھر کا ایک آدھ گناہ وعدۃ الہی کے مطابق معاف ہو ہی گیا ہوگا۔ اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ۔

(۳) یہ ہمارا محض خیال نہیں ہے یہ قرآن کریم کی ایک سے زائد آیات سے مؤید اور تصدیق شدہ ہے، کہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کسی خاص جماعت کے لیے خاص اور کہیں سابقین و آخرین تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے عام اعلان ہے کہ اللہ ان سے راضی ہے، بیعت حدیبیہ میں شریک تقریباً ڈیڑھ ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں قرآن کریم کا یہ واضح اعلان ہے:

”لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يَبِيعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ۔“

”اللہ تعالیٰ مومنوں سے راضی ہو گیا جب کہ وہ درخت کے نیچے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے۔“

سابقین و آخرین تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں اعلان کیا گیا:

”وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ۔“

”اور مہاجرین اور انصار میں سے جو سب سے پہلے سبقت کرنے والے ہیں اور جنھوں نے نیکی کے ساتھ ان کی اتباع کی اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔“

سورۃ ”الحدیٰ“ میں ارشاد باری ہے:

”وَسَخَّلَا وَغَدَّ اللَّهُ الْحَسَنَى“

اللہ نے ان میں سے ہر ایک سے حسنی کا وعدہ کر لیا ہے پھر سورۃ انبیاء میں حسنی کے متعلق یہ ارشاد ہے:

”ان الذين سبقتم لهم منا الحسنی اولئك عنها مبعدون۔“

”جن کے لیے ہماری طرف سے حسنی مقدر کر دی گئی وہ جہنم سے دور کیے جائیں گے۔“

جب ان آیات قرآنیہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی لغزشوں کی معافی واضح طور پر معلوم ہو گئی تو ان کو کسی وقت بھی کسی معاملے میں ساقط العدالت یا فاسق نہیں کہا جاسکتا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے غیر معصوم ہونے اور ان کے عادل ہونے میں جو ایک ظاہری شبہ ہوا کرتا ہے اس کا جواب جمہور امت کے نزدیک یہی ہے جو بالکل واضح اور صاف ہے۔

مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم اور علماء دیوبند

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین جو اختلافات رونما ہوئے اور خون ریز جنگوں تک کی نوبت آ گئی ان اختلافات کو علماء امت، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ادب و احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے ”مشاجرات“ کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں، جنگ و جدال کی تعبیر سے گریز کرتے ہیں کہ اس میں یک گوند ان کے تئیں سوء ادب ہے ”مشاجرہ“ کے معنی از روئے لغت ایک درخت کی شاخوں کا دوسرے میں داخل ہونا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ درختوں کے لیے باعث زینت ہے نہ کہ عیب، اس طرح علماء امت اس اختلاف کی تعبیر سے ہی یہ اشارہ دینا چاہتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے وہ اختلافات جو اپنی انتہاء کو پہنچ گئے تھے اور جس میں وہ باہم برسر پیکار بھی ہو گئے، وہ اختلافات بھی کوئی نقص و عیب نہیں، بلکہ زینت و کمال ہیں۔

مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم میں باعث تشویش یہ ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق، جب تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم واجب الاحترام اور لائق تعظیم ہیں اور کسی ایک کے حق میں بھی ادنیٰ سے ادنیٰ سوء ادب کی محاش نہیں تو پھر اختلاف کے موقع پر یہ احترام کیسے قائم رہ سکتا ہے؟ کیوں کہ ان اختلافات میں ایک فریق کا حق پر اور دوسرے فریق کا خطا پر ہونا بدیہی ہے، بلکہ ایمان و عقیدے کے لیے اہل حق اور ارباب خطا کی تعیین ضروری بھی ہے تو جو خطا پر ہیں ان کی تنقیص ایک لازمی امر ہے۔

مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے اس شبہ کے سلسلے میں علماء امت اور علماء دیوبند کا دونوں موقف یہ ہے کہ باجماع امت تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم واجب التعظیم ہیں، اسی طرح اس بات پر بھی اجماع ہے کہ

جنگ جمل و جنگ صفین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ حق پر تھے اور ان سے مقابلہ کرنے والے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ خطا پر، لیکن ان کی خطا اجتہادی تھی جو شرعاً گناہ نہیں کہ جس پر وہ اللہ تعالیٰ کے عتاب کے مستحق قرار پائیں، بلکہ معاملہ یہ ہے کہ جب انھوں نے اصول اجتہاد کی رعایت کرتے ہوئے اپنی وسعت بھر تمام تر کوشش کی پھر بھی خطا ہو گئی تو وہ ایک اجر کے حق دار ہوں گے، اس طرح خطا و صواب بھی واضح ہو گیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مقام و مرتبے پر کوئی آنچ بھی نہیں آئی، ہمارے خیال میں مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے حوالے سے ”امام قرطبی“ نے اپنی تفسیر میں سورۃ الحجرات کی آیت ”وان طائفستان من المؤمنین اقتتلوا“ کے ذیل میں اہل السنۃ والجماعۃ کے مسلک کی بہترین تحقیق فرمائی ہے، اس کا مطالعہ کر لینا ہی چاہیے، یہ سطور اس تفصیل کی محتمل نہیں۔

تاہم مفسر موصوف کے ایک استدلال کا خلاصہ نقل کر دینا مناسب ہوگا جو ان شاء اللہ بیمار دلوں کے لیے سامان شفاء ہوگا۔

مفسر موصوف رحمہ اللہ نے اس نظریے کو مدلل کرتے ہوئے کہ دونوں فریقوں میں سے کوئی بھی گناہ اور فسق و فجور کا مرتکب نہیں تھا، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے متعلق ارشادات نبوی ﷺ بیان فرمائے ہیں، جس کا ماحصل یہ ہے:

نبی اکرم ﷺ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا ہے: ”طلحہ روئے زمین پر چلنے والے شہید ہیں“ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے بارے میں خود حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مروی ہے: ”زبیر کا قاتل جہنم میں ہے“ حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ”صفیہ کے بیٹے کے قاتل کو جہنم کی خبر دے دو“ اور یہ دونوں حضرات ان عشرہ مبشرہ میں ہیں جن کے نام لے کر جنتی ہونے کی خبر حضور ﷺ نے دی ہے، پھر یہ بھی معلوم ہے کہ ان دونوں حضرات نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کا مطالبہ کیا تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مقابلہ کیا اور اسی دوران شہید ہوئے۔

دوسری طرف حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے طرف دار ہیں، آپ کے مخالفین سے پوری قوت کے ساتھ مقابلہ کیا ہے اور نبی اکرم ﷺ نے ان کی شہادت کی بھی پیشین گوئی فرمائی ہے۔ جب حال یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے طرف دار بھی شہید اور مخالفین بھی شہید، تو پھر کیسے کسی فریق کو گناہ گار یا فاسق کہا جاسکتا ہے؟ ہرگز نہیں! بلکہ ان تمام حضرات کے پیش نظر رضاء الہی کے

حصول کے سوا کچھ نہ تھا، دونوں کا اختلاف کسی دنیوی غرض سے نہ تھا، بلکہ اجتہاد و رائے کی بنا پر تھا جس پر کسی بھی فریق کو مجروح و مطعون نہیں کیا جاسکتا، اسی طرح جو صحابہ رضی اللہ عنہم کنارہ کش رہے وہ بھی اجتہاد کی بنا پر، اس لیے وہ بھی نقص و عیب سے مبرا اور واجب التعظیم ہیں۔

پھر علماء دیوبند کے نزدیک سب سے اہم سکوت اور کف لسان ہے اور حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کا یہ قول ان کے لیے اسوۂ ہے جس میں وہ فرماتے ہیں:

”یہ ایسی لڑائی تھی جس میں صحابہ موجود تھے اور ہم غائب، وہ پورے حالات کو جانتے تھے، ہم نہیں جانتے، جس معاملے پر تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا اتفاق ہے، ہم اس میں ان کی پیروی کرتے ہیں اور جس معاملے میں ان کے درمیان اختلاف ہے اس میں سکوت اختیار کرتے ہیں۔“ (قرطبی، سورۃ الحجرات)

خلاصہ کلام

الغرض! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کتاب و سنت کی روشنی میں اس امت کے افضل ترین اور مقدس ترین افراد ہیں، ان کے قلوب صاف اور وہ عندہ اللہ راضی و مرضی ہیں، وہ سب کے سب عادل، متقن اور پاک باطن ہیں، امت کا کوئی بڑے سے بڑا ولی ان میں سے ادنیٰ کے مقام کو نہیں پہنچ سکتا، وہ حق و باطل کی کسوٹی ہیں اور تنقید سے بالاتر، ان کی محبت، اللہ اور رسول اللہ کی محبت ہے اور ان سے بغض اللہ اور اللہ کے رسول سے بغض، ان کی عیب جوئی اور ان کے مشاجرات کو اچھانا زلیغ باطن کی علامت اور زندقہ ہے، ان کے اختلافات حق و باطل کے نہیں، اجتہادی خطا و صواب کے ہیں، اس لیے ان پر معصیت کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔

ان سطور کو سرخیل جماعت دیوبند شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن قدس سرہ کے تلمیذ رشید، استاذ محترم حضرت مولانا فخر الدین علیہ الرحمہ سابق شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند کے ایک قول پر ختم کیا جاتا ہے، حضرت فرمایا کرتے تھے:

”صحابہ کرام رضی اللہ عنہم غارق بین الحق والباطل ہیں، چنانچہ قرون اولیٰ میں روافض و خوارج کے ضلال کی ایک وجہ یہی تنقیص صحابہ تھی اور دور حاضر میں ”غیر مقلدین“ و ”مودودین“ کے ضلال کا بھی ایک سبب یہی ہے۔“

کوشہ خواتین

آخری قسط

اُمُّ المومنین سیدتنا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا

حضرت مولانا مفتی ابو جندل قاسمی صاحب ☆

شعب ابی طالب میں

۷ ربوی میں کفار قریش نے اسلام کو ختم کرنے کے حوالے سے یہ تدبیر سوچی کہ محمد (ﷺ)، بنو ہاشم اور ان کے تمام حامیوں کا بایکات کر دیا جائے، اور ان سے تمام تعلقات منقطع کر دیئے جائیں، جب تک بنو ہاشم محمد (ﷺ) کو قتل کے لیے ہمارے حوالے نہ کر دیں، ابو طالب نے مع خاندان (بنو ہاشم) اور حامیوں (بنو المطلب) کے ایک گھائی میں پناہ لی، اس سخت گھڑی میں حضرت خدیجہ (رضی اللہ عنہا) بھی ساتھ آئیں۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ حکیم بن حزام اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کے لیے اپنے غلام کو ساتھ لے کر کچھ غلہ لے جا رہے تھے، ابو جہل نے دیکھ لیا، اور کہا کہ میں ہرگز غلہ لے جانے نہیں دوں گا اور تم کو سب لوگوں میں رسوا کروں گا، اتفاقاً ”ابو البختری“ سامنے سے آگیا، اس کو رحم آیا، اور ابو جہل سے کہا کہ ایک فحش اپنی پھوپھی کے واسطے غلہ لے جاتا ہے تو کیوں روکتا ہے؟ دونوں میں آوازیں بلند ہو گئیں، ابو البختری نے اونٹ کی ہڈی اٹھا کر ابو جہل کے سر پر ماری جس سے اس کا سر شدید زخمی ہو گیا۔ (سیرت ابن ہشام مع الروض الانف ۲/۱۳۴)

وفات

حضرت خدیجہ (رضی اللہ عنہا) حضور اکرم ﷺ کی زوجیت میں ۲۵ سال رہیں، (بعض نے ۲۴ سال کہا ہے) اور ۱۱ رمضان المبارک ۱۰ ربوی میں ہجرت سے تین سال قبل، ابو طالب کے انتقال سے تین دن یا دو مہینے کے بعد وفات ہوئی، آپ کی کل عمر ۶۵ سال ہوئی، بعض نے ۶۴ سال ۶ مہینے بتائی ہے، مقام ”حجون“ میں دفن ہوئیں، اور چوں کہ اس سال ان دو اہم شخصیات (ابو طالب، حضرت

خدیجہ ؓ کا انتقال ہوا، اس لیے اس سال کو ”عام الحزن“ (غم کا سال) کہا جاتا ہے۔ (الاستیعاب ۵۰۵-۵۰۹-۵۱۰، الریحۃ المختوم ۱۸۱-۱۸۲)

اولاد

حضرت خدیجہ ؓ کے کل ۹ اولاد ہوئیں، جن کی تفصیل اس طرح ہے: ابو ہالہ (جو اُن کے پہلے شوہر تھے) سے دو لڑکے پیدا ہوئے، ہالہ اور ہند، اور دونوں صحابی ہیں۔ دوسرے شوہر عتیق سے ایک لڑکی ”ہند“ پیدا ہوئی، یہ تینوں صحابی ہیں، جیسا کہ ماقبل میں گزرا۔ اور نبی اکرم ﷺ سے ۶ اولاد ہوئیں، دو صاحبزادے جو بچپن میں انتقال فرما گئے، اور چار صاحبزادیاں، تفصیل یہ ہیں:

(۱) حضرت قاسم، سب سے بڑے صاحبزادے تھے، بیروں چلنے لگے تھے، دو سال کی عمر میں مکہ مکرمہ میں بعثت نبوی سے پہلے ہی انتقال فرمایا، انہی کے نام پر آپ ﷺ کی کنیت ”ابو القاسم“ تھی۔
(۲) حضرت عبداللہ، زمانہ نبوت میں پیدا ہونے کی وجہ سے ”طیب“ اور ”طاہر“ کے لقب سے مشہور ہوئے، بچپن میں مکہ مکرمہ میں ہی انتقال فرمایا۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ چھ صاحبزادے تھے: قاسم، عبداللہ، طیب، طاہر، مطیب اور مطہر، مگر رائج قول پہلا ہی ہے۔

(۳) حضرت زینب ؓ، سب سے بڑی صاحبزادی تھیں، بعثت نبوی سے دس سال پہلے پیدا ہوئیں، اپنے خالہ زاد بھائی ”ابو العاص بن الربیع ؓ“ سے شادی ہوئی، ۸ ہجری کے شروع میں انتقال فرمایا۔

(۴) حضرت رقیہ ؓ، حضرت عثمان غنی ؓ سے نکاح ہوا، آپ ﷺ کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی، جس روز عبداللہ بن رواحہ اور زید بن حارثہ ؓ غزوہ بدر میں مسلمانوں کی فتح کی خوش خبری لے کر مدینہ منورہ پہنچے اس روز انتقال فرمایا، ۲۰ رسال کی عمر ہوئی۔

(۵) حضرت ام کلثوم ؓ، یہی آپ کا نام تھا، اس کے علاوہ آپ کا کوئی اور نام ثابت نہیں، حضرت رقیہ ؓ کی وفات کے بعد ماورق الاول ۳ ہجری میں حضرت عثمان غنی ؓ کے نکاح میں آئیں، چھ سال حضرت عثمان ؓ کے ساتھ رہیں، ماہ شعبان ۹ ہجری میں انتقال فرمایا۔

(۶) حضرت فاطمہ الزہراء ؓ، بعثت نبوی سے ایک سال پہلے اور بقول ابن الجوزی ؒ

پانچ سال پہلے پیدا ہوئیں، جب کہ قریش خانہ کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے، ۲ ہجری میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نکاح ہوا، حضور اکرم ﷺ کی وفات کے چھ مہینے کے بعد ماہ رمضان المبارک ۱۱ ہجری میں انتقال ہوا۔ (الاضاحۃ ۶۳۸/۷، ۶۶۵، ۵۳۸/۸، ۶۸۹، عمدۃ القاری ۳۸۲/۱۶، باب تزویج النبی ﷺ خدمہہ وفضلہا، الاشیعاب ۵۰۵/۲-۵۰۷، سیرۃ المصطفیٰ ۳۶۳/۲-۳۷۱)

فضائل و مناقب

احادیث شریفہ میں حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بہت سے فضائل بیان کیے گئے ہیں، جن میں چند درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اس امت کی بہترین خاتون: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”خَيْرُ نِسَائِهَا مَرْيَمُ وَخَيْرُ نَسَائِهَا خَدِيجَةُ۔“ (بخاری شریف ۵۳۸/۱، مسلم شریف

۲۸۴/۲، عمدۃ القاری ۳۸۳/۱۶، باب تزویج النبی ﷺ خدمہہ وفضلہا)

”یعنی دنیا میں حضرت عیسیٰ رضی اللہ عنہ کی امت کی عورتوں میں بہترین مریم ہیں، اور اس امت کی

عورتوں میں بہترین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں۔“

(۲) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو جنت میں موتی کے گھر کی بشارت: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی

ہیں کہ: مجھے نبی کریم ﷺ کی کسی بیوی پر اتنی غیرت نہیں آتی جتنی خدیجہ رضی اللہ عنہا پر غیرت آتی ہے، نبی کریم ﷺ کے ان کا بکثرت ذکر کرنے کی وجہ سے، اور صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: اور آپ نے مجھ سے نکاح کیا خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے تین سال کے بعد، اور ان کو ان کے رب نے یا جبرئیل رضی اللہ عنہ نے یہ حکم دیا کہ آپ خدیجہ کو جنت میں ایک ہی موتی کے بنے ہوئے گھر کی خوشخبری سنا دیجئے۔ (بخاری شریف ۵۳۸/۱)

(۳) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے اور جبرئیل رضی اللہ عنہ نے سلام کہلوا یا: حضرت

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: حضرت جبرئیل رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے، اور کہا: اے اللہ کے رسول! خدیجہ آ رہی ہیں، ان کے پاس ایک برتن ہے جس میں سالن، یا کھانا، یا کوئی مشروب ہے، پس جب وہ آپ کے پاس آئیں تو ان کو ان کے پروردگار کی طرف سے اور میری طرف سے سلام کہہ دیجئے، اور ان کو جنت کے ایک ایسے گھر کی بشارت سنا دیجئے جو ایک ہی موتی کا بنا ہوا ہوگا، جس میں نہ

کوئی شور و غل ہوگا اور نہ کسی قسم کی مشقت و تکلیف ہوگی۔ (بخاری شریف ۵۳۸۱، مسلم شریف ۲۸۴۲)

(۴) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نامناسب بات سن کر آپ ناراض ہوئے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ: ایک مرتبہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن ”ہالہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا“ نے گھر میں آنے کی اجازت چاہی، آپ ﷺ کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی اجازت طلبی یاد آگئی، پس آپ گھبرا گئے، اور فرمایا: ہالہ آئی ہیں؟ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ: مجھے غیرت آئی، اور میں نے عرض کیا: آپ قریش کی ایک بڑھیا کو ہمیشہ یاد کرتے ہیں جس کی باجھیں سرخ ہو گئی تھیں، عرصہ پہلے وہ دنیا سے رخصت ہو گئیں، اور اللہ نے اس سے بہتر بیوی آپ کو عطا فرمادی۔ مسند احمد میں ہے کہ آپ ﷺ یہ سن کر بہت ناراض ہوئے۔ (بخاری شریف ۵۳۹۱، مسند احمد ۸۹۲۲، حدیث: ۲۵۱۷۱، تخریج القاری ۳۰۱/۷)

(۵) حضرت خدیجہ کی تعریف اور ذکر خیر: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ حضرت خدیجہ کا ذکر کرتے تو ان کی تعریف کرتے، فرماتی ہیں کہ ایک دن مجھے غیرت آئی، میں نے کہا آپ سرخ باجھوں والی کا بہت ذکر کرتے ہیں، اللہ نے آپ کو اس کے بدلے اس سے اچھی بیوی عطا فرمادی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ”اللہ نے مجھے ان سے اچھی بیوی نہیں دی، وہ مجھ پر ایمان لائیں جب کہ لوگوں نے انکار کیا، اور انہوں نے میری تصدیق کی جب لوگوں نے میری تکذیب کی، اور انہوں نے اپنے مال سے میری غنچواری کی جب کہ لوگوں نے مجھے محروم کیا، اور اللہ نے مجھے ان سے اولاد عطا کی جب کہ دوسری بیویوں سے اولاد نہیں ہوئی۔“

استیعاب میں اتنا زائد ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں اب اُن کا برائی کے ساتھ ذکر نہ کروں گی۔ (مسند احمد ۳۵۶۳، حدیث: ۲۳۸۶۳، فتح الباری ۱۶۲/۷، الاستیعاب ۵۰۹/۲)

(۶) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کا خیال: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ بکری ذبح کیا کرتے تھے، اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کے پاس اس بکری میں سے اتنا ہدیہ بھیجا کرتے تھے جو اُن کو کافی ہو جائے۔ (بخاری شریف ۵۳۸۱، مسلم شریف ۲۸۴۲)

رپورٹ

ایڈیٹر ماہنامہ حق چار یار کی وساطت سے ماہانہ رپورٹ بزم حق چار یار برائے اشاعت پیش خدمت ہے۔

تحریک خدام اہل سنت والجماعت پاکستان کے زیر اہتمام بزم حق چار یار کا قیام ایک انقلابی قدم ہے ہر دور میں کام کرنے کے انداز بدلتے رہتے ہیں حضرت امیر مرکزیہ قاضی ظہور الحسنین اظہر مدظلہ نے نظم و نشر حمد و نعت اور منقبت کے ذریعے تبلیغ دین عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم و اہل بیت رضی اللہ عنہم عظام کا فریضہ سرانجام دینے کے لیے بزم حق چار یار قائم فرما کر اہل سنت عوام کے دل جیت لیے ہیں۔

۹ فروری بروز ہفتہ بزم حق چار یار پاکستان کا اجلاس کوٹ نجیب اللہ ہری پور میں زیر صدارت چیئرمین بزم مولانا محمد فاروق معاویہ منعقد ہوا جس میں جناب چیئرمین نے کہا کہ ہم حمد و نعت و منقبت، عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم و اہل بیت رضی اللہ عنہم کے میدان میں ایک نظریاتی ٹیم کے ساتھ نئے عزم، جوش اور ولولے کے ساتھ منظر عام پر آگئے ہیں۔ صدر بزم حق چار یار شاعر اسلام الحاج لیاقت حسین فاروقی نے کہا کہ: ہم آگئے تو گرمی بازار دیکھنا۔ کے مصداق ہم عظمت صحابہ و اہل بیت کی تعریف و توصیف کے پرچم کو گھر گھر پر لہرانے کے لیے میدان عمل میں اترے ہیں انہوں نے کہا کہ ہمارے قافلے میں شاعر انقلاب اطہر ہاشمی شاعر اہل سنت و سیم شہزاد شاعر اسلام عبد الجبید خدای۔ شاعر اسلام مفتی عبد اللہ بن عباس جیسے نظریاتی شعراء کرام شامل ہیں جن کے انقلابی ترانے پورے ملک میں گونجیں گے۔ وائس چیئرمین مطیع الرحمان اطہر ہاشمی نے کہا کہ ہم نظریاتی لوگ ہیں ہم مشن پر سمجھوتا نہیں کرتے ہم قاضی مظہر رحمہ اللہ کے مشن کے سپاہی ہیں ہم قائد اہل سنت کے نظریات اور تعلیمات کو لوگوں کے دلوں تک پہنچا کر دم لیں گے۔ مرکزی سیکرٹری اطلاعات محمد ذیشان وزیر نے کہا کہ بزم حق چار یار کا قیام وقت کی اہم ضرورت تھی جسے بروقت پورا کر دیا گیا ہے اب اس پلیٹ فارم سے نظریاتی اور انقلابی کام ہوگا ہم ختم نبوت عظمت صحابہ و اہل بیت اور مشن حسینی کو عام کریں گے۔ صاحبزادہ قاضی ظاہر حسین جرار چیف آرگنائزر بزم حق چار یار نے کہا کہ کی تنظیم سازی پر توجہ دی جا رہی ہے مرکزی جنرل ہاڈی کے بعد ضلعی صدور کی کی رجسٹریشن کا عمل بھی شروع کیا جا رہا ہے۔

(باقی صفحہ نمبر ۳۴)

صَلَّى عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَسَلَّمَ



قاری منظر حسین صاحب
مدرسہ مظہر العلوم

تقسیم اسناد

تحریک خدامت اسلامیہ
جامعہ عربیہ اظہار الاسلام لاہور

جلسہ
دستار فضیلت

23 ویں سالانہ
یک روزہ

بوقت صبح 9 بجے تمارات گئے

قاری محمد ظہور حسین صاحب
مدرسہ مظہر العلوم

24 مارچ بروز اتوار 2019

مدرسہ مظہر العلوم
جامعہ عربیہ اظہار الاسلام لاہور

حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب مدظلہ
شیخ الحدیث
استاذ العلماء
پیر طریقت
صاحب سحر

جانب محمد امدادیہ
ہندی روڈ چکوال

فیروز قادیان سنت

0543-542717
0543-543444

جامعہ عربیہ اظہار الاسلام چکوال



مہتمم مدرسہ مظہر العلوم خطیب جامع مسجد عبداللطیف
ہاشمی ضلع بھمبر آزاد کشمیر
0345-9733358

محترم جناب مولانا قاری محمد انور

عطیہ اشہار

ماہنامہ حق چارپارہ لاہور جسر نمبر
CPL26

عقيدته وشمسه في سنة الف وستمائة
 شان دوات وشعبان
 ان شاء الله تعالى محمد بن عبد الله
 شان صحابه وارواحهم
 عقيدته وشمسه في سنة الف وستمائة

63 واں دور روزہ جامعہ صفحہ نقلا حق چار یا راہ

قرآن مجید
 تفسیر انبیاء و مشائخ اہل سنت
 ج ۱
 سالانہ

حضرت مولانا اسماعیل عظیمی
 مفتی محمد شریف عابدی
 حلیۃ المؤمنین مولانا
 مولانا اسماعیل عظیمی
 مولانا اسماعیل عظیمی
 مولانا اسماعیل عظیمی

حضرت مولانا
قاضی محمد ظہور الحسنین انظر حساب
ایم آر بی پی تمام طبقات و الجماعت پاکستان

30-31 مارچ 2019 ہفتہ التوار

03455511786
 0544-626445
 Email: info@al-ahli.com
 Website: www.al-ahli.com

طبیہ اشہار مولانا قاری محمد انور حسین انور کلچر جامع مسجد امیر المظفر عظیم آباد مظفر آباد (سہیل ضلع مظفر آباد) (طبیہ)
0345-9733358